ماہنامہ
پاکستان

الحقیقہ



درسِ قرآن

درسِ حدیث



توحید

اور محبوبانِ خدا کے کمالات



آقا کے در سے فتووں تک



تعاقبِ قادیانیت



حقانیت اہلِ سنت



اتحادِ ملت

کی ضرورت و ضرورت

دسمبر
2003ء

پاکستان میں لشکر طیبہ کا ناسور

اور حکومت پاکستان کیلئے لمحۂ فکریہ

نغمہ توحید

تری الفت کو یا رب زیست کا حاصل سمجھتے ہیں
ترے غم کو علاجِ اِضطرابِ دل سمجھتے ہیں!
ترے جلوے سے ہے رنگیں سارا گلشنِ ہستی
وگرنہ ، کچھ نہیں دنیائے آب وگل سمجھتے ہیں
شہِ دیں نے کیا اعلان جس کی کبریائی کا
اسی محبوب کو معبودِ جان و دل سمجھتے ہیں
توکل ہے جنہیں اپنے خدا کی کارسازی پر
وہ ہر طوفانِ غم کو عیش کا ساحل سمجھتے ہیں
رضائے حق پر جو قربان کر دے ہر توانائی !
نظر والے اُسی کو بندہَ کامل سمجھتے ہیں
غنی وہ ہے جسے بخشی گئی عرفان کی دولت
اسی کو ہم عظیم و غالب ومقبل سمجھتے ہیں
تُو اے دشمن خدا کے، مٹنے والا ہے زمانے سے
ترے ظلم وستم کو ہم ترا قاتل سمجھتے ہیں
خدا حق ، مصطفٰے حق اور نظامِ مصطفٰے حق ہے
جو منکر ہے، اُسے ہم قوم کا قاتل سمجھتے ہیں
طبیبوں سے مریض دردِ عصیاں کا مداوا کیا
مرض آسؔی کا بس اک مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

زمزمہ رسالت

مدینے کو زمین و آسمان کا دل سمجھتے ہیں
یہاں کے ذرے ذرے کو مہِ کامل سمجھتے ہیں
جو اہل عشق ہے ہم اس کو صاحب دل سمجھتے ہیں
اسی کے دل کو ہم کونین کا حاصل سمجھتے ہیں
وہ آئے رحمۃ العالمین بن کر زمانے میں !
سب اپنے آپ کو سائل ،انہیں با دل سمجھتے ہیں
یہ دنیا کیا ہے؟ جلوہ گاہِ خورشیدِ رسالت سمجھتے ہیں
اِسے اہلِ نظر سرکار کی محفل سمجھتے ہیں
نبی کا عشق کر دیتا ہے آساں ان مراحل کو
جنہیں اہلِ خِرد اپنے لئے مشکل سمجھتے ہیں
تمنا ہے جنھیں راہِ وفا میں جان دینے کی
وہی گویا فریبِ ہستی باطل سمجھتے ہیں
جسے عشقِ نبی میں اشک برسانا نہیں آتا
اسے انساں نہیں محض ایک مشت گل سمجھتے ہیں
نبی تسلیم کر کے بھی جو ان کی مثل بنتا ہے
اسے کونین کا سب سے بڑا جاہل سمجھتے ہیں
یہ حمد و نعت تازہ نقش لا ثانی کا صدقہ ہے
وگرنہ تو ہے آسؔی جس قدر قابل سمجھتے ہیں

پروفیسر محمد حسین آسؔی

يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ (پاکستان)

شوال ۱۴۲۴ھ دسمبر 2003ء جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 3

زیرِ سرپرستی
مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری

فہرست

زرِ تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلۃ الحقیقہ نقش لاثانی شکرگڑھ فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ

اداریہ

سرپرستِ اعلیٰ کے قلم سے

ملت کے تین عظیم رہنما

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کے مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کا دور ہی شروع نہیں ہوا بلکہ انہوں نے مکروفریب سے بھی ان کے خلاف سازشوں کے جال بن دیئے۔ مذہبی طور پر انہوں نے ملت اسلامیہ کے اندر سے کئی ضمیر فروش خریدے اور انہیں طرح طرح کے پروگرام دے کر انتشار کا ایک نہیں، کئی دروازے کھول دیئے۔ وہ جانتے تھے اسلام کی اصل قوت اور سچی تعبیر سواد اعظم ہیں۔ انہیں کمزور کرنے کے لئے انہوں نے پرانے اقلیتی فرقوں کی حوصلہ افزائی کی اور بڑے گروہ کے خلاف جارحانہ روش اختیار کرنے کی شہ دی۔ نئے فتنوں میں بعض نے معاذ اللہ کے امکان کذب کا عقیدہ گھڑا اور بعض خاتم النبیین کا معنی بدلنے کے لئے وقف تھے اور اس کا مفہوم 'آخری نبی' کی بجائے 'بہترین نبی' بتا رہے تھے پھر بعض بدبختوں کو خاتم النبیین کے اس نئے مفہوم سے فائدہ اٹھا کر جھوٹا دعوی نبوت کرنے پر کمربستہ کیا گیا۔ بعض کو صوفیہ عظام اور تصوف کی شان میں ہرزہ سرائی کرنے پر اکسایا تو بعض کو فقہا و مجتہدین اسلام کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ سب سے زیادہ جو بات تکلیف دہ تھی وہ تھی حضور پرنور ﷺ کی مخصوص اور متفقہ عظمتوں پر تنقیدات کا سلسلہ اور مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے کمالات نبوت کا اس طرح انکار جیسے ان کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ امت کے افراد جب خود غیرت ایمان وعشق سے خالی ہونے لگے تو دوسروں کے لئے اسلام، قرآن بلکہ بانی اسلام ﷺ کے خلاف اپنے بغض وتعصب کا اظہار اور بھی آسان ہوگیا۔

مسلمانوں کے خلاف دوسری بڑی سازش ان کے جاری نظام تعلیم کو تباہ وبرباد کرنے کی بابت تھی چنانچہ کہتے ہیں کہ صرف صوبہ بہار میں اہل اسلام کے تین سو مدارس تھے جو آلام ومصائب کا شکار ہوگئے اور ان میں تین کے سوا باقی سب بند ہوگئے۔ ہاں انگریز حکمران اپنے پسندیدہ افراد کو اسلام کے نام سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے والوں کو مدارس بنانے کی اجازت بھی دیتے رہے اور طرح طرح سے انہیں 'ایڈ' بھی دیتے رہے۔ اپنے منظورِ نظر افراد سے اپنی مرضی کی کتابیں بھی لکھواتے رہے۔ ان کی اشاعت وطباعت کا بندوبست بھی کرتے رہے اور مصنفین کو انعامات اور القابات سے بھی نوازتے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک نئے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کا تعارف بھی کرایا۔ جس کی تشکیل دینے والے لارڈ میکالے نے کہا تھا کہ 'میں نے اس قسم کا نصاب تعلیم دیا ہے جس سے ہندو ہندو اور مسلمان مسلمان نہ رہیں گے۔ یہ لوگ خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوں گے مگر مذاق، رائے، اخلاق اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز'۔

گورنمنٹ کے سکولوں اور کالجوں میں بائبل کا باقاعدہ درس ہوتا تھا اور پادریوں کو عیسائیت کا تعارف کرانے کے لئے متعین کیا جارہا تھا۔ پھر ایسے بھی مشن سکول اور کالج کھل رہے تھے جن کا انتظام ہی بڑے بڑے پادریوں کے ہاتھ میں تھا۔ علاوہ ازیں جدید سائنس، جدید فلسفہ اور جدید نفسیات کی تدریس کے ساتھ دین حق کے خلاف شکوک وشبہات پھیلائے جارہے تھے اور میکالے اور اس کے ساتھیوں کا مشن کامیاب ہورہا تھا۔ علی گڑھ کالج میں بھی جس کے بانی ومہتمم جناب سرسید احمد خان تھے مگر وہاں بھی ابتدائی طور پر جو صورت حال تھی۔ اسلام کے لئے نہایت مضر تھی۔ سید احمد خان کے دور میں پرنسپل اور سنئر اساتذہ کو انگلینڈ

سے درآمد کیا جاتا تھا اور ظاہر ہے ان کے اپنے مقاصد تھے۔ انگریزی پڑھے لکھے جوان عموماً اسلام، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ کے بارے میں احساس کہتری کا شکار ہو رہے تھے، وہ اپنے والدین کو ہی نہیں، اسلام کے قابل فخر علما کو بھی معاذ اللہ ان پڑھ سمجھتے تھے۔

ظاہر ہے یہ سب کچھ ہندیوں خصوصاً مسلمانوں کے قوئ کو شل اور فکر کو مفلوج کرنے کے لئے ہو رہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر انہیں اپنا مذہب تبدیل کرنا گوارہ نہیں تو کم از کم اپنی تہذیب سے دستبردار ہو جائیں۔ انگریزی تمدن کو اپنے حق میں رحمت، خیر اور بہتر سمجھیں اور آزادی حاصل کرنے کی تڑپ تو کجا، اس کی ضرورت بھی انہیں محسوس نہ ہو۔

دشمن اس طرح اپنے اقتدار کی راہیں ہموار کر رہا تھا اور حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی امت کو ہمیشہ ہمیشہ کی غلامی میں جکڑنے کے لئے منصوبے بنا رہا تھا۔ مگر سچے اللہ تعالیٰ کو اپنے سچے نبی ﷺ کی امت پر رحم آ گیا اور اس نے دشمن کے تمام خواب بکھیر کے رکھ دیئے۔ حق یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں اسلام کے جیالے فرزندوں نے جس ذوق و شوق سے جانوں کے نذرانے بارگاہ خداوندی میں پیش کئے تھے وہ اندازِ عاشقانہ و مستانہ ہی بڑا خوبصورت تھا، وہ اسی قابل تھا کہ قدرت کو ان پر پیار آئے اور اس پانی کیطرح بہنے والے خون کی نگاہِ قدرت میں قدر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قدرت نے جنگ آزادی کے رئیس المجاہدین حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ جیسے نابغہ روزگار اور حضرت مولانا کافی علیہ الرحمہ جیسے عاشق رسول کی قربانیوں کا قوم کو ثمرہ دیا اور مسلمانوں کی علمی رہنمائی کے لئے مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ جیسی بے مثال علمی شخصیت پیدا کر دی۔ مولانا موصوف حضرت مولانا رضا علی خان قدس سرہٗ جو جنگ آزادی میں بریلی کے محاذ پر انگریزوں کا مقابلہ کر رہے تھے کے پوتے تھے اور جنگ آزادی کے لگ بھگ ہی پیدا ہوئے تھے۔ مادر زاد ولی اور لاجواب فطری صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ انگریزوں کا خود کاشتہ مرزا قادیانی جیسا کذاب و دجال ہو یا کوئی اور شیطان و منافق، غرض جس نے بھی اسلام کے خلاف سر اٹھایا۔ فاضل بریلوی نے کسی کو معاف نہیں کیا۔ آپ نے جدید نظریات کی خامیوں کو اچھالا، فلسفہ، توقیت اور ریاضی جیسے علوم میں اپنے علم لدنی سے اضافے کئے اور علم و فضل کے بڑے بڑے مدعیوں کو انگشت بدنداں کر دیا۔ حق یہ ہے احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ زمانے کی علمی ضرورت تھے اور نبی الانبیا علیہم السلام کے اس وارث کو پیدا کر کے شکوک و شبہات کی دلدلوں میں پھنسے ہوئے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اطمینان سے نوازا، سبحان اللہ!۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو مسلمان نوجوان احساس کہتری کا شکار ہو رہے تھے اور معاذ اللہ فرنگی تہذیب و تمدن کے دلدادہ ہوتے جاتے تھے انہیں سنبھالنے کے لئے جنگ آزادی میں شہید ہونے والے صابر و شاکر مجاہدوں کی قربانیوں کے نتیجے میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال جیسی شخصیت کو پیدا کیا۔ حضرت اقبال نے تہذیب جدید کے یورپی مراکز میں تعلیم حاصل کی تھی اور کھلی آنکھوں سے اس کے محاسن و معایب کا نظارہ کیا تھا۔ انہوں نے ایمان اور عشق رسول ﷺ کی نظر سے تہذیب جدید کا جائزہ لیا اور اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو فاش کیا۔ خود فرماتے ہیں

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

انہوں نے نوجوانان اسلام کو اسلام کی عظمت و اہمیت سے آگاہ کر کے اسلام کے بے مثال ماضی سے انہیں روشناس کرنے کی کوشش کی اور اسلامی تہذیب کے بارے میں احساس کہتری کی فضا کو ختم کرنے کی نہایت ہی کامیاب کوشش کی۔ وحی ربانی کے مقابلے میں سائنس اور فلسفے کی نارسائی کو واضح کیا۔ سچی بات یہ ہے علامہ اقبال کا یہ عظیم کارنامہ ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اب تک اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت اقبال نے قوم کو احساس کہتری سے نکالا تو ظاہر ہے انگریزوں کے منصوبے خاک میں ملنے لگے۔ وہ تہذیب فرنگ جس کے حق میں تعلیمی اداروں کی فضاؤں میں ایک عرصے سے بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا، اب اس کی قلعی کھل رہی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اب انگریزوں کے خلاف نفرت پیدا ہونے لگی اور آزادی کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ ہندوؤں میں بھی ایسے لیڈر پیدا ہو گئے تھے جو آزادی کا نعرہ لگا رہے تھے اور انگریز بھی مسلمانوں کی بیداری سے خوفزدہ ہونے کے سبب در پردہ ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایک پریشان کن بات یہ تھی کہ مسلمانوں میں بھی متعدد ایسے سیاسی رہنما پیدا ہو رہے تھے جو گاندھی جیسے مکار ہندوؤں کے ساتھ مل کر آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں اس مشرک پر ایسے لٹو ہوتے جاتے تھے کہ ایمان و اسلام کے واضح تقاضوں کو بھی نظر انداز کر رہے تھے۔ اس قسم کی آزادی چاہنے والے دانستہ یا نادانستہ مسلمانوں کو انگریزی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی غلامی میں جکڑنا چاہتے تھے۔ بہر حال حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی مومنانہ فراست سے اس چال کو سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں ہندوؤں کے ساتھ اس اشتراک عمل کو باطل قرار دیا۔ پھر حضرت اقبال بھی بہت جلد اس صورت حال سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے بھی ہندوؤں کے ساتھ مل کر حصول آزادی کو مسلمانوں کے لئے خطرناک قرار دیا۔

غرض حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے تہذیب فرنگ کے ڈھول کا پول کھولا، مسلمانوں کو ان کی منزل سے آگاہ کیا۔ اور آزادی کی تڑپ ان میں پیدا کی۔ مگر اس کے لیے ایک عظیم رہنما کی ضرورت تھی جو اپنے خلوص، محنت اور بصیرت سے مسلمانوں کو متحد، منظم اور سرگرم کر سکے۔ اس سلسلے میں اقبال کو جناب محمد علی جناح سے بہتر کوئی نظر نہ آیا، چنانچہ آزادی کا قافلہ ان کے سپرد کر دیا۔ چند دین فروش ملاؤں کے سوا ساری قوم نے جناب جناح پر اعتماد کیا، انھیں "قائداعظم

"،تسلیم کیا اوران کی قیادت میں تحریک پاکستان میں اسطرح سرگرم ہوگئے کہ جس کولوگ محض ایک شاعر کا خواب تصور کرتے تھے، بڑی آب وتاب کے ساتھ وہ ملک 'پاکستان' کے نام سے صفحۂ ہستی کی زینت بن گیا۔

مسلمانوں کے یہ تینوں رہنما اعلیحضرت بریلوی، حضرت اقبال اور جناب قائداعظم علیہم الرحمۃ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طرف سے دور حاضر کی ملت اسلامیہ کی طرف عظیم تحفہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اثرات بھی عالمگیر ہوئے۔

مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کو ان کی صدی کا مجدد مانا گیا اور صرف برصغیر کے علماء نے نہیں بلکہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا کے عظیم و بے مثال علماء نے بھی ان کو مجدد ہی تسلیم کیا۔ حضرت اقبال کو حکیم الامت کہا گیا اور مختلف زبانوں میں ان کے کلام کا ترجمہ ہوا۔ پھر جہاں جہاں ان کا کلام گیا تقریباً اس کے وہی اثرات ہوئے جو برصغیر کے جدید تعلیم یافتہ طبقے پر ہوئے تھے۔ حق یہ ہے کہ حضرت اقبال نے جو کچھ کہا تھا، اپنے انداز میں قرآن وسنت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا۔ جناب قائداعظم کی تحریک پاکستان سے دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی رہنمائی ہوئی اور آزادی کی تحریکوں میں نئی روح پیدا ہوئی۔

یہ تینوں حضرات اس حد تک کیوں کامیاب ہوئے؟ اس لیے کہ تینوں کے دل حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ کی محبت سے مالا مال تھے اور تینوں پہ محبوب کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خصوصی نظر کرم تھی۔ ان کا خلوص محبت بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول تھا اور اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ تینوں کی کامیابی کے ضامن تھے۔ آیئے اب ذرا اس کا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے دیکھیے اعلیحضرت فاضل بریلوی کو، ان کی وفا کا صلہ کیا ملا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا صاحبزادہ نورالمصطفٰے رضوی لکھتے ہیں

> "جس روز امام احمد رضا خان بریلوی کا وصال ہوا۔ ٹھیک اس روز بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ شامی بزرگ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی 'میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان! کس کا انتظار ہے؟'
>
> سید عالم ﷺ نے فرمایا
>
> "احمد رضا کا انتظار ہے۔"
>
> انھوں نے عرض کی
>
> "حضور ﷺ! احمد رضا کون ہیں ؟"
>
> ارشاد فرمایا
>
> "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں"
>
> بیداری کے بعد وہ شامی بزرگ حضرت امام احمد رضا کی زیارت کے شوق میں ہندستان کی طرف چل پڑے مگر بریلی آکر معلوم ہوا کہ اس عاشق رسول کا اسی روز (۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو) وصال ہوگیا تھا، جس روز انھوں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ سے یہ سنا تھا کہ 'ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے'۔ (ذکر رضا)

اب آیئے حکیم الامت شاعر مشرق حضرت اقبال کی طرف۔ مسعود ملت حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ حضرت اقبال کے سفر سرہند کے بارے میں ان کے اپنے تاثرات پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں

> "تذکرے کی تفاصیل میرے ذہن میں اب بالکل محفوظ نہیں ہیں، لیکن اس قدر یاد ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ سجادہ نشین خلیفہ محمد صادق مرحوم نے میرے لیے مزار مبارک پر تخلیہ کرا دیا تھا۔ میں ایک گھنٹے تک مراقب رہا اور حضرت مجدد کی روح میری طرف محبت انگیز رنگ میں متوجہ رہی۔ مجھے ماحول کا احساس نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت مجدد مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تمھاری دینی خدمات سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی ہیں۔ آنحضور ﷺ کی تم پر خاص نگاہ کرم ہے۔ میرے قلب میں سوز وگداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہوسکتا۔ اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ خاصان خدا کا فیض بعد وفات بھی جاری رہتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ حضور انور ﷺ کے روضہ مبارک سے کس قدر فیضان جاری ہے۔ رقت کا عالم برابر طاری رہا۔ زمان ومکاں کا احساس ختم ہوگیا تھا۔ روحانی فیض

میرے رگ و پے میں ساری تھا۔ دل میں اس قدر وسعت پاتا تھا کہ ساری کائنات اس میں سما گئی۔

(حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال ص ۴۷)

اب بارگاہ رسالت میں ملک کے تیسرے رہنما حضرت قائد اعظم علیہ الرحمہ کی مقبولیت کا حال ملاحظہ فرمایئے۔

میں نے یہ واقعات مخدومی حضرت پیر سید صابر حسین شاہ صاحب بخاری مدظلہ کی کتاب مستطاب 'بارگاہ رسالت ﷺ میں قائد اعظم' سے لیے ہیں۔

ا......حامی درود و سلام جناب محمد فیاض حسین چشتی نظامی لکھتے ہیں

میرے والد محترم (حضرت بشیر احمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ) کو ایک دفعہ عین اس وقت بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، جب حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی کراچی میں تدفین ہو رہی تھی............والد محترم نے بتایا کہ اس وقت فخر موجودات حضور آقا و مولا نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے ہوئے تھے اور اپنے (مبارک) ہاتھوں سے قائد اعظم کو لحد میں اتار رہے ہیں اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں 'یہ میرا پیارا ہے'۔ (بحوالہ نظر کرم ص ۱۰۱)

۲......منشی عبدالرحمٰن خان رقم طراز ہیں۔

"۱۹۴۸ء میں دربار نبوی ﷺ کے خادم خاص آغا اسحاق علی صاحب نے جو گنبد خضریٰ میں آنے جانے کے واحد مجاز تھے، نے ایک ذمہ دار پاکستانی شخص کو بتایا 'جس روز قائد اعظم کا پاکستان میں انتقال ہوا، اس روز مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ بہت مسرور نظر آرہے تھے۔ فرمایا آج ہمارا محبت آرہا ہے۔ اس کی آمد کی خوشی مناؤ۔" جب دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ وہ کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا محمد علی جناح چنانچہ اس روز ہم نے شیرینی وغیرہ پکائی (بحوالہ مشاہدات و واردات ص ۱۴۹)

بلاشبہ، یہ تینوں حضرات ہمارے عظیم محسن ہیں۔ انھوں نے ہمارے عقائد کی حفاظت کی، ہمیں اسلام اور اسلامی تہذیب کے بارے میں احساس کہتری کا شکار ہونے سے بچایا اور ہمیں غلامی سے نجات دلائی، خداوند کریم انھیں اپنے حبیب پاک ﷺ کی امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے مزارات مقدسہ پر دن رات انوار و تجلیات کی بارشیں ہوتی رہیں۔

۲۵ دسمبر قائد اعظم محمد علی جناح کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اداریہ اسی مناسبت سے لکھنے کا ارادہ تھا مگر یوں محسوس ہوا جیسے کھل کر بات کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ ایک تو وہ تاریک و یاس انگیز فضا آنکھوں کے سامنے آجائے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد دور تک اور دیر تک چھائی رہی، دوسرے اس لیے کہ ان تینوں رہنماؤں کا دراصل ایک ہی کارنامہ ہے، اسلام دشمنوں کی چالوں کا مقابلہ اور اسلام کا تحفظ۔ اس نازک موقع پر کتنے ملا نما قسم کے لوگ دین و ایمان کا سودا کر کے اسلام دشمنوں کے ہاتھ میں ناچ رہے تھے۔ اگر خدانخواستہ اعلیٰحضرت احمد رضا خان اور ان کے ہمنوا علما کا گروہ مقابلہ میں نہ اترتا تو منافقوں کے لمبے چغے اور لمبی داڑھیاں اسلام اور ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے۔ اگر خدانخواستہ اقبال کے شعر و سخن کا دائرہ گل و بلبل تک محدود رہتا تو جدید تعلیم یافتہ پروفیسر، جج اور وکلاء وغیرہ عظمت اسلام کو نہ سمجھ پاتے اور نہ ان کے خون میں حمیت عشق جوش مارتی۔ اور اگر قائد اعظم اپنے علم و عمل کی صلاحیتیں حضور پرنور ﷺ کی رضا پر قربان نہ کرتے تو ہم آزادی کی نعمت سے محروم رہتے۔

حق یہ ہے کہ تینوں ایک ہی منزل مقصود کے رہنما تھے، لہٰذا حضور پرنور ﷺ نے انھیں حمایت و نصرت سے نوازا اور خوب نوازا۔ حضور پرنور ﷺ کے سب وارثوں، نائبوں اور عاشقوں نے ان تینوں کا ساتھ دیا اور پورے برعظیم کے مشائخ، فقہا و علما جو فراستِ ایمانی سے بہرہ ور تھے، ان کی تائید کرتے رہے تھے۔ کیا آپ نے کبھی ان تینوں کے باہمی تعلق پر غور کیا۔ ان کے عقائد بھی ایک اور سیاسی نظریات بھی یکساں، ان کے دوست بھی مشترک بلکہ دشمن بھی (مشترک)۔ جو تعریف کرتے ہیں وہ بھی ان تینوں کی کرتے ہیں اور جو نا ہنجار ان کو معاذ اللہ گالیاں دیتے ہیں، وہ بھی تینوں کو دیتے ہیں۔ مثلاً حسین احمد مدنی، بلکہ ٹانڈوی ہی کو لے لیجیے، اس نے بریلی کے تاجدار کو اپنی مختصری کتاب 'الشہاب الثاقب' میں چھ سو چالیس گالیاں دی ہیں، حکیم الامت اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں بھی اس کے ناپاک جذبات ڈھکے چھپے نہیں۔ بہر حال ہمیں ان تینوں رہنماؤں کی قدر کرنی چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چل کر عشق رسول ﷺ اور خلوص و وفا کی شمعیں روشن کرنی چاہیے۔

اتحاد ملت کی ضرورت وصورت (۱۲)

پروفیسر محمد حسین آسی

دیکھا آپ نے اللہ کی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے اس کے حبیب کریم ﷺ کا ادب واحترام کتنا ضروری ہے اور اس کے غضب کو جوش دلانے والی چیز اس کے اسی حبیب مکرم ﷺ کی بے ادبی وگستاخی سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔ پھر یہ بات اتنی سادہ اور آسان ہے کہ اس کو سمجھنے کے لئے کسی لمبے چوڑے فلسفے یا تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں، اتنا ہی عقیدہ کافی ہے کہ انہیں اللہ نے اپنا نبی بنایا ہے (علیہ الصلوۃ والسلام) اور ظاہر ہے جسے نبوت سے سرفراز فرمایا، دوسرا کوئی شخص جسے نبوت نہیں دی گی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس کی شان کے کیا کہنے جو سب کا نبی ہے اور ہمیشہ کے لئے نبی ہے حتی کہ نبیوں کا بھی نبی ہے ﷺ جو اللہ کا سب سے بڑا راز دار ہے (ﷺ) پھر وہ کائنات کی اصل منشاء، کائنات کی وجہ بقا اور کائنات کا حسن ہے۔ پھر وہ سب کا حامی، سب کا محسن اور سب پر مہربان ہے۔ (ﷺ) ایسا کریم ماں باپ سے ہزاروں گنا بلکہ اپنی جان سے بھی لاکھوں گناہ زیادہ کریم ہے۔ اس سے بے وفائی کرنا کسی اعتبار سے بھی مستحسن نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے اس کائنات کا سب سے بڑا جرم یہی ہے۔ ہاں غور تو کیجیے جس کا سہارا یہاں آفات وحوادث سے محفوظ رکھے، قبر میں عذاب سے بچائے، محشر میں کوثر پلائے اور پھر محبت ونوازش سے جنت میں ساتھ لے کر جائے، اس کے ساتھ بے وفائی کتنا بڑا جرم ہے۔ رحمۃ للعلمین ﷺ کے سینکڑوں ایسے احسانات ہیں جن میں سے ایک کے برابر کوئی دوسرا احسان نہیں کر سکتا، پھر اسی محسن کے خلاف بغاوت۔

تفو بر تو اے روئے دشمن تفو

اور کچھ نہ سہی کیا حضور ﷺ نے ہماری پیشانیوں کو سنگ وآہن کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی ذلت سے نہیں بچایا، کیا جس توحید کا یار لوگ بہت زیادہ شور مچاتے ہیں۔ اگر واقعی توحید ہے تو دنیا کو حضور پرنور ﷺ کے آستان رحمت سے حاصل نہیں ہوا، کیا قرآن پاک جیسی لازوال وبے مثال نعمت سرکار دو عالم ﷺ کے در سے نہیں ملی، ان احسانات کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اور اگر واقعی یہی حقیقت ہے تو فرمایئے ان کا بدلا کیا ہونا چاہیے۔ اعلیحضرت بریلوی نے اسی پس منظر میں فرمایا ہے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احساب گیا

اور اگر یہ مسلّم ہے تو بتاؤ، اس احسان کا بدلا کیا ہونا چاہیے تھا۔ آپ دیکھتے نہیں دنیا میں جس کا احسان جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کو لیجیے، ان کا احسان سب سے زیادہ تو رشتہ داروں میں سب سے زیادہ حق بھی انہیں کا ہے اور ان کے حق کا ایک پہلو یہ ہے ان کی نافرمانی وبے ادبی سب کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ان کے نافرمان کو دونوں جہان میں سزا ملتی ہے (یعنی اس کا عذاب دنیا ہی سے شروع ہو جاتا ہے) انہیں کے سلسلے میں اللہ نے حکم دیا۔

"فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما" (بنی اسرائیل۔۲۳)

ترجمہ۔ تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (کنزالایمان)

والدین کے حقوق کی یہ ایک جھلک ہے، اس سے اندازہ کیجیے۔ استاد دینی کے حقوق کا، (کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا تحقیق کے مطابق والدین سے بھی زیادہ ہیں) پھر استاد دینی سے زیادہ حقوق ہیں پیرو مرشد کے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی نے تصریح فرمائی ہے دنیا میں پیرو مرشد کے حقوق کے ساتھ کسی کے حقوق کی کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ اس کے حقوق حضور سید عالم رسول معظم ﷺ کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ غور فرمایئے حضور پرنور ﷺ کے نائب ہونے کی وجہ سے مرشد کے حقوق سے کسی کے حقوق کو کوئی نسبت ہی نہیں تو حضور پرنور ﷺ کے حقوق کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

نجد و دیو بند کے عقیدہ سازوں کو والدین کے حقوق سے انکار نہیں کہ آخر یہ سلسلہ تو الدو تولد ان کے ہاں بھی ہے، انہیں استاد کے حقوق سے بھی ضد نہیں کہ یہی ان کا ہتھیار ہے۔ انہیں پیرو مرشد کے حقوق سے بھی کوئی پرخاش نہیں کہ ان کے "کاروبار" میں یہ بھی شامل ہے۔ ہاں کائنات میں جس جگہ ذات ستودہ صفات ﷺ کا احسان سب سے زیادہ ہے، انہیں اسی سے بیر ہے، اسی سے بغض ہے، اور اسی سے لڑائی ہے۔ جن کے اجتماعی اور انفرادی احسانات کی گنتی ہی نہیں، جن کو اللہ نے رحمۃ للعلمین بنایا ہے اور جن کی رحمت سے عالمین کا کوئی ذرہ بے نیاز نہیں، جنہوں نے انسان کو شعور انسانیت سے نواز کر اسے خلافت الٰہیہ کا مژدہ سنایا، اور جن کے لامحدود احسانات میں سے ہم بلکہ سارے انسان بلکہ سارے ذی شعور کسی ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں اتار سکتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کم از کم ان کے احسانات کا اعتراف تو کرتے اور جس طرح بھکاری خیرات دینے والے کے لئے دعا کر دیا کرتے ہیں اتنا تو کرتے، مگر افسوس ان سے یہ بھی نہ ہوا۔ ہاں درود شریف کیا ہے، بھکاری کی دعا ہے جو کائنات بھر کو احسانات سے نوازنے والے محسن و منعم و مربی ﷺ کو دی جاتی ہے۔ اس میں یہ تصور ہے کہ اے آقائے عرب و عجم، اے مولائے عرش و فرش، اے غمگسار بے کس، اے چارہ ساز بے چارگاں (ﷺ) ہم حضور کے احسانات کا بدلا نہیں چکا سکتے ہم عاجز تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ آپ کو اور شان دے، آپ کے خزانوں میں اور برکتیں پیدا فرمائے اور آپ کی عظمت کے پرچم مزید لہرائے آمین۔ یار لوگوں سے اتنا بھی نہیں ہو سکا اور نہیں ہو سکتا۔ الٹا درود شریف ہی کو اپنے لئے موت کا پیغام بنا بیٹھے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اس کو موقوف کرنے کی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

دشمنو! محبوب ﷺ کا حق تھا یہی؟
عشق کے بدلے عداوت کیجیے!

سرور عالم رحمت مجسم ﷺ کے بہت سے احسانات ایسے ہیں جو عیسائی، عیسائی ہونے کے باوجود ہندو ہندو ہونے کے باوجود، سکھ سکھ ہونے کے باوجود، ملحد ملحد ہونے کے باوجود، سائنسدان سائنسدان ہونے کے باوجود اور فلسفی فلسفی ہونے کے باوجود مانتے ہیں بلکہ بقول اقبال

می توانی منکر یزداں شدن
منکر شان نبی نتواں شدن

یعنی اے انسان تو خدا کا منکر تو ہو سکتا ہے (کہ وہ خود نظر نہیں آتا اور عرش و فرش کی وسعتیں جو اس نے پیدا کیں تیرے سامنے پیدا نہیں کیں) مگر حضور ﷺ کا انکار کیونکر کر سکتا ہے۔ (کیونکہ آپ نے جو انقلاب پیدا کیا، تاریخ عالم کا بہترین اور کامل ترین انقلاب ہے اور جس طرح آپ نے انسانی عظمت کی حفاظت کی۔ فکر و شعور کو جلا بخشی، علم و عرفان کی راہیں کشادہ فرمائیں، اس کا انکار عقل و دانش کی روشنی میں کیوں کر ممکن ہے)

حق یہ ہے توحید ایک دعویٰ ہے دعویٰ کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا ہے البتہ دعویٰ کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے دلیل کے محتاج ہوتے ہیں، دلیل جتنی واضح ہوگی اتنا ہی زیادہ دعویٰ سمجھ میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جمال کا آئینہ بنا کر اور اپنی الوہیت کی دلیل بنا کر دنیا میں بھیجا تا کہ دعویٰ کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ رہے۔

خود تو پردے میں رہے، آئینہ حسن خاص کا
بھیج کر انجانوں میں کی راہداری واہ وا

کافر کافر ہونے کے باوجود جس محبوب اعظم ﷺ کے احسانات کا اعتراف کرتا ہے۔ نجد و دیو بند کے فکری سانچے میں ڈھلا ہوا انسان مسلمان کہلانے کے باوجود انہیں تہ دل سے ماننا گوارا نہیں کرتا۔ اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ کافر اس اعتراف میں ڈوب کر راہ ہدایت پا جاتا ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے

مگر حیف صد حیف منافقت کی گھٹا ٹوپ فضاؤں میں سانس لینے والا زبان سے دل تک کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا۔ اور جس طرح اللہ پر کامل ایمان رکھنے والا عزم کئے ہوتا ہے کہ ایمان کی دولت کا سبب بننے والے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت میں جیوں گا اور محبت ہی میں دنیا سے جاؤں گا یونہی نجد و دیوبند کا پروردۂ صحبت ذہنی طور پر اور عملی طور پر بغض میں جینے مرنے کا عہد کئے ہوتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ مولانا جامی علیہ الرحمہ کے شعر کی پیروی کرتے ہوئے کہا تھا۔

بندۂ نفس شدی ترک ادب کن نجدی　　　　کہ دریں راہ جفا شرم و حیا چیزے نیست

پھر سوچئے کوئی شخص اپنے محسن سے بے وفائی کرے تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے ''انسان'' نہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ ایک شخص کسی کو بچانے کے لئے جان تک کی بازی لگا دے اور یوں بچنے والا اسی بچانے والے کو دشمنوں کے حوالے کر دے، کتنی زیادتی ہے پھر سوچئے وہ کتنا بدبخت ہے کہ جو انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کے احسانات دیکھنے کے باوجود ان کے دشمنوں سے ساز باز کرتا ہے ایسے شخص کو انسان کہنا لفظ انسان کی توہین ہے۔ اسی لئے اقبال بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں

تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا!

ایک شخص اگر اپنے محسن سے بے وفائی کرتا ہے تو آخر کس لئے؟ یقیناً اس کا ضمیر تو دشمنوں نے خرید لیا ہوتا ہے اور وہ اخلاق و انسانیت کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر کسی روپہلی مصلحت اور فوری مفاد کی خاطر ہی دشمنوں کا آلہ کار بنتا ہے۔ نجد و دیوبند کے ''پارساؤں'' نے بھی خوف خدا، شرم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کے مفاد سے آنکھیں بند کر کے ہی چند ٹکوں کی خاطر دین ایمان کا سودا کیا۔ نجد کے محمد بن عبدالوہاب کو انگریز جاسوس ہمفرے کی تربیت، عبدالعزیز بن سعود کا برطانیہ سے غلامانہ انداز کا معاہدہ، دلی کے محمد اسمٰعیل قتیل اور سید احمد بریلوی پر انگریزوں کی نوازشات اور دیوبند پر افرنگیوں اور ہندوؤں کی نظر کرم، ہر ایک اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے۔ دین بیچنے والے دین بیچتے رہے اور ملت کو پارہ پارہ کرتے رہے۔ آج عالم اسلام کا جو حال ہے اگر غور کیا جائے تو انہیں کی سودا بازیوں کا کرشمہ ہے ان ظالموں نے ''خود فروشی'' کی جو سنت سیئہ قائم کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں اسی قسم کے غدار پیدا ہوتے رہے جو انہیں کی قسم کی سودا بازیاں کر کے اپنے اپنے ملک کے حاکم بن گئے۔ اور آج اسلام اور مسلمانوں کے لئے وبال جان ہیں۔ حجاز مقدس میں اسلام کے سینکڑوں شعائر مٹائے گئے (کہ شعائر سے ان کے خیال میں شرک پھیلتا تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی سے منسوب مسجدیں بھی شہید کر دی گئیں اور ان کی جگہ شاہی ایوان تعمیر کئے گئے۔ حضور انور ﷺ کے معجزے سے اگنے والے کھجور کے درخت جو اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت تھے۔ بیخ و بن سے اکھاڑ دیئے گئے، محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ بلکہ جہاں بھی عشق و مستی کی کوئی جھلک نظر آئی اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

'الحقیقہ' بابت نومبر ۲۰۰۳ء کے اداریئے میں ایک شذرے کا عنوان تھا۔ ''شہزادہ عبداللہ زندہ باد'' اس میں سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کی تقریر کے اقتباسات درج کئے تھے جو انہوں نے پاکستان میں کی۔ دوبارہ دیکھ لیں انہوں نے فرمایا اسلام رواداری اور درمیانی راہ (اعتدال) کا مذہب ہے۔ نفرت کی تجارت کرنے اور اختلافات کو فروغ دینے والے کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں، وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں انہیں تسلیم کر لینا چاہیے، ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ان کے سینے چیر کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے مسلمان ہیں شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کر کے معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر ایسا کر رہے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اسلام دوسروں کے حقوق تسلیم کرتا ہے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے معاشروں سے انتہا پسندی کی قوتوں کو ختم کر دیں اور متحد ہو کر ایک جسم بن جائیں اور جب بھی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اسے محسوس کرے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ ہمیں ایک دوسرے کے گلے نہیں کاٹنے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے کہ سارے انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ بعد میں ان کو مختلف گروپوں اور نسلوں میں تقسیم کیا گیا تا کہ ان کی پہچان ہو سکے۔

شہزادہ عبداللہ نے کہا 'ہمیں دنیا کے دوسرے ممالک کو بے بنیاد اور غلط نعروں سے اپنے بارے میں گمراہ نہیں کرنا چاہیے۔

شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ جہاد صرف جارحیت کے خلاف جائز ہے، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے جو لوگ دنیا کے ساتھ محاذ آرائی چاہتے ہیں، وہ نقصان کے راستے پر ہیں۔ (نوائے وقت: ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء)

بلاشبہ شہزادہ صاحب کے زریں خیالات لائق صد تحسین ہیں کاش وہ ان خیالات کا اظہار پاکستان کے علاوہ سعودی عرب میں بھی کریں اس تلقین کی جتنی ضرورت نجد کے باسیوں کو ہے، کسی کو نہیں۔ اس میں کیا شک ہے ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے دوران بیت المقدس پر قبضہ کرکے مسلمانوں کا قتل عام کیا، بھارت میں مسلمانوں کے خوف سے ہولی کھیلنے کی رسم تازہ ہوتی رہتی ہے۔ ابھی پچھلے دنوں انہوں نے احمد آباد میں کیا کیا تھا مگر وہ تو ہلاکو خاں تھا، عیسائی تھے اور یہ ہندو ہیں سب کے سب اسلام دشمن، ان سے کیا گلہ دور حاضر میں بھی چیچنیا میں، بوسنیا میں افغانستان میں اور اب عراق میں کیا ہوا اور کیا ہورہا ہے مگر یہ کرنے والے کون ہیں۔ توحید کے منکر، خدا کے باغی 'ملت کے اعدا' کافر اور مشرک۔ مگر موجودہ سعودی حکومت نے برسراقتدار آتے وقت طائف میں پھر حرم کعبہ میں اور پھر حرم مدینۃ النبی میں جو خون کی ندیاں بہائی تھیں، ان کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا طائف اور حرمین شریفین کے باسی کلمہ توحید کے منکر ہوگئے تھے، کیا انہوں نے اسلام کو معاذ اللہ مسترد کردیا تھا۔ کیا ان پر اپنے پیارے نبی ﷺ کی بغاوت کا الزام تھا؟ آخر کس جرم کی پاداش میں ہزاروں دوشیزاؤں کے سہاگ لوٹے گئے، ہزاروں جوانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور ہزاروں بچوں کو لاوارث ویتیم کیا گیا۔ کیا حرمین شریفین پر ظلم کی یہ تلوار یزید پلید کے بعد کسی کو اٹھانے کی جرات ہوئی تھی۔

زمانہ ساز حکایات چھیڑنے والو
زمانہ سوز روایات کون بدلے گا!

چلو شہزادہ صاحب، یہ آپ کے ہوش میں آنے سے یا شاید پیدائش سے بھی پہلے کے واقعات ہیں اور اس وقت امت مسلمہ کے ان قاتلوں میں کوئی آپ جیسا روشن خیال نہیں تھا جو انہیں سمجھاتا، اسلام رواداری اور اعتدال کا دین ہے، اس میں تشدد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں تسلیم کرنا چاہیے، ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ ہی ان کے سینے چیر کر دیکھنا کہ وہ کیسے مسلمان ہیں۔

ہاں آپ نے سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے یا یونہی کچھ الفاظ خوش طبعی کے طور پر آپ کی زبانِ مبارک سے نکل گئے ہیں۔ اگر واقعی آپ اس میں سنجیدہ ہیں تو یہی بات آپ اپنے ملک میں کہنے کے لئے تیار ہیں اور ذرائع ابلاغ پر یہی پیغام کارکنان حکومت اور نجد کے رہزن مزاج مفتیوں کے نام نشر کرنے کے لئے تیار ہیں کیا اس وقت آپ کی حکومت کے ذمہ دار لوگ محض میلاد کے انعقاد پر اور بعض دفعہ محض مل کر نعت شریف پڑھنے پر ہی لوگوں کو قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار نہیں کردیتے ہیں اپنے نبی کریم ﷺ کا میلاد منانے والے کیا کہیں باہر سے آئے ہیں۔ کیا آپ کے خاندان کے دور حکومت سے پہلے یہاں حرمین شریفین میں میلاد شریف نہیں ہوتا تھا، جن قبروں پر بلڈوزر چلائے گئے، آخر انہیں بنانے والے اور ان پر قلعے تعمیر کرنے والے کون حضرات تھے۔ کیا آپ سے پہلے حرمین شریفین میں سب مشرک ہی تھے اور اے نجد کی منحوس سرزمین کے باسیو اگر تمہیں قبے خلاف اسلام نظر آتے تھے تو انہیں مسمار کرتے، قبروں کی بے حرمتی کیوں کی گئی۔ آپ جب وسیع النظری کی یہ تلقین فرمارہے ہیں تو بتائیے ملت اسلامیہ کی ان قیمتی یادگاروں کے ضیاع کی تلافی کرنے کا خیال بھی آیا۔ یہ تو تاریخ کا عظیم سرمایہ تھا جسے عیسائیوں، یہودیوں نے نہیں اور مشرکوں ملحدوں نے نہیں ہاں ہاں کسی غیر نے نہیں آپ کے خاندان نے لوٹا اور بہت بری طرح لوٹا۔ کیا آپ ان سے اور کچھ نہیں تو اظہار پشیمانی و توبہ کراسکتے ہیں؟ اگر آپ کے وعظ کا اثر خود آپ پر بھی نہ ہوا تو دوسرا کون ان پر کان دھرے گا بلکہ ان خوبصورت الفاظ کی حیثیت ہی کیا رہ جائے گی حضرت اقبال نے اسی پس منظر میں فرمایا تھا نا۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی تو یہ بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

اس وقت کو پھر یاد کیجیے جب آپ کے مورث اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر محسنین کی قبروں کی بے حرمتی کررہے تھے اور عالم

اسلام بے چین ہو رہا تھا دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس سسکیوں اور آہوں کے سوا اپنے جذبات کا اظہار کے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بڑے بڑے علماء ابن سعود کو تار دے رہے تھے۔ کہ آپ کا یہ اقدام کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہے تو ہم حاضر ہیں مگر افسوس کسی معقول سے معقول بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی اور دھونس دھاندلی کے ساتھ حکومت کے نشے میں دھت ہو کر وہ کچھ کیا جو امت کا گنہگار سے گنہگار فرد بھی نہیں کر سکتا۔ چند جنم کے اندھوں کی من مانی کو کتاب وسنت کا فیصلہ بتا کر امت مسلمہ کے کروڑوں افراد کے دلوں کو مجروح کیا گیا اور یہ سمجھ ہی نہ آئی کہ آخر یہ بھی مسلمان ہیں۔ ایمانداری کے ساتھ بتائیے کیا یہ حدیث پاک نہیں سنی تھی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں۔

" ان الله لا یجمع امتي او قال امة محمدٍ علی ضلالة و ید الله علی الجماعته ومن شذ شذ في النار " (ترمذی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا فرمایا امت محمد ﷺ کو) گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا دست (قدرت) جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے الگ ہو گیا وہ تنہا آگ میں ڈالا جائے گا۔

پھر کیا یہ حدیث پاک نظر سے نہیں گزری تھی (کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں)

" اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ في النار " (ابن ماجہ)

ترجمہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو، بیشک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا وہ تنہا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

امت کا بڑا گروہ کون ہے اور جس وقت طائف، حرمین شریفین میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا اس وقت اس قتل عام کے حق میں کتنے تھے اور مخالف کتنے

پھر کیا یہ حدیث پاک بھی مطالعے میں نہیں آئی (کہ ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے)

"من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه" (احمد، ابوداؤد)

ترجمہ: جو جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا، اس نے اسلام کا پٹا اپنی گردن سے اتار دیا۔

پھر یہ حدیث پاک کتنی واضح ہے (حضور پرنور ﷺ کا ارشاد عالی ہے)

" ان الشیطٰن ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذ الشاذة والقاصية والناحية واياكم والشعاب و عليكم بالجماعة والعامة"

ترجمہ: بے شک شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو۔ جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔

شہزادہ صاحب، انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیجئے، فرمائیے وہ کون لوگ ہیں جو مسلمانوں کی اتنی واضح ترین اکثریت سے ہٹ گئے اور پھر شیطان کے قابو آ گئے جس نے ان سے کرایا جو کرایا، جن قبروں پر دعا کرنے رات کو اٹھ اٹھ کر بھی خود سرور عالم ﷺ جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے، انھیں مسمار اور نیست و نابود کرنا کیا کسی مومن کو گوارا ہو سکتا ہے؟ ہاں یہ کام حضور پرنور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہی کرا سکتا تھا، اسی نے اپنے بندوں سے کرایا۔ پھر یہ سب کچھ اس بے بنیاد وہم کی بنا پر کیا گیا کہ عرب خصوصاً حرمین شریفین کے لوگ مشرک و مرتد ہو گئے، ان کا قتل جائز اور ان کا مال لوٹنا مباح ہے۔

ہاں ہاں آپ نے حق فرمایا ہے کہ "اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں، وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں انھیں تسلیم کرنا چاہئے ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے" بالکل ایسا ہی ہونا چاہئے، مگر فرمائیے یہ لوگ کیا اسلام کا دعویٰ نہیں کرتے تھے جنھیں تہ تیغ کیا گیا تھا اور جن کے مال لوٹے گئے تھے، اور کیا اب آپ کے دور ولی عہد میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ امت میں اختلاف کا ہونا ناممکن نہیں، ممکن ہے بلکہ امتیوں کا مرکز امت سے تعلق قائم ہو تو اختلاف حنفی شافعی اختلاف کی طرح رحمت بھی بن جاتا ہے۔ مگر جب مرکز اسلام ﷺ کی پرواہ ہی نہ کی جائے اور کتاب وسنت کے واضح ارشادات، تصریحات و تنبیہات کے برعکس سارا نظام فکر و عمل ہی ایجاد بندہ ہو تو یقین کیجئے یہ اسی مغرور و متکبر ملعون کے زیر اثر و ہدایت ہو رہا ہے، جس نے خلیفہ اول کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ (جاری ہے)

درس قرآن

میدان احد

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

صلی اللہ علیہ والہ وسلم

ارشاد کبریا ہے۔

☆......اور ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، اور رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنائت فرمائی ہیں انہیں، اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آ ملے ان سے۔ ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (آل عمران)

......اشارات......

☆......یہ آیت مقدسہ غزوہ احد میں جام شہادت نوش کرنے والے جان سپاروں کی شان میں نازل ہوئی۔

☆......غزوہ احد تاریخ اسلام کا ایک عظیم باب ہے، جس کی قربانیوں کو قرآن نے اپنے دامن رحمت میں محفوظ کر لیا۔

☆...... جب کفار مکہ غزوہ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے ابو سفیان کی قیادت میں میدان احد میں جمع ہوئے تو ان کی تعداد تین ہزار تھی۔

☆......حضور پرنور ﷺ جب مدینہ منورہ سے چلے تو ساتھ ایک ہزار افراد کا لشکر تھا۔ سردار منافقین عبداللہ بن ابی کے تین سو حواری بھی شامل تھے، وہ راستے سے واپس ہو گئے، اس کے ہم قبیلہ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے اسے روکا مگر وہ نہ مانا، آپ نے فرمایا، جاؤ، خدا تمہیں برباد کرے، اللہ تعالیٰ تم جیسے دشمنوں سے اپنے محبوب کو بے نیاز کر دے گا، اس مقام پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی ماکان الله ليذر المومنين .... یعنی نہیں ہے اللہ کی شان کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر، جس پر تم اب ہو، جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے، (ال عمران ۱۷۹)

☆......اب لشکر اسلام کی تعداد سات سو رہ گی۔

☆......بعض انصار نے کہا کہ کئی یہود قبیلے ہمارے حلیف ہیں، انہیں اپنی مدد کے لیے بلا لیں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ لا حاجۃ لنا بھم، ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں، (خاتم النبیین جلد ۲ ص ۴۹۸)

☆......جبل احد مدینہ شریف سے تقریباً تین میل شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔

☆......آپ ﷺ مجاہدین کو لے کر فجر کی نماز کے وقت میدان احد میں پہنچے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس کے ایک ایک لفظ نے مجاہدین اسلام کے ایمان تازہ کر دیئے۔

☆......حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ احد کی گھاٹی پر متعین فرمایا۔ تا کہ کوئی دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دے، اور انہیں یہاں تک تاکید فرمائی، کان کھول کر سن لو، جب تک تم اپنی جگہ ڈٹے رہو گے، ہم غالب رہیں گے، اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۰)

☆......میدان احد میں دائیں حصے کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور بائیں حصے کی قیادت حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ اور لشکر کا علمدار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

☆......ادھر ابو سفیان اپنے کافروں کے حوصلے بڑھا رہا تھا اور ادھر محبوب

ذیشان اپنے غلاموں کو جنت کی بشارتیں سنا رہا تھا۔ کفر اور اسلام ایک مرتبہ پھر آمنے سامنے آچکے تھے۔

☆......حضور پر نور ﷺ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا، کون آدمی اس کا حق ادا کرے گا۔ بہت صحابہ کرام آگے بڑھے، یہ سعادت حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تلوار کا حق یہ تھا کہ اس سے اسقدر وار کیے جائیں کہ وہ ٹیڑھی ہو جائے، حضرت ابو دجانہ نے سر پر عصابۃ الموت یعنی موت کا دو پٹہ باندھ کر میدان احد میں اس کا حق ادا کر دیا۔

☆......کفار مکہ کی عورتیں ہند زوجہ ابوسفیان کی قیادت میں اپنے جوانوں کے جذبات کو پروان چڑھا رہی تھیں، حضور ﷺ نے ان کی قیامت خیزیوں کو دیکھ کر دعا کی، اے اللہ! میں تیری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کرتا ہوں، مجھے اللہ تعالی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے،

☆......جنگ سے میدان احد کانپ اٹھا، مجاہدین اسلام نے خوب داد شجاعت دی۔ حضرت امیر حمزہ، حضرت علی المرتضٰی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابو دجانہ، حضرت عمر فاروق، حضرت مصعب بن عمیر کی تلواروں نے کفر کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ اس کے بڑے بڑے بہادر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ اٹھے، کفار کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ نے للکارا تو حضور ﷺ کے شیر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اسے واصل جہنم کر دیا۔

☆......حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے تو پرچم اسلام کو سر بلند کرنے کی سعادت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی آپ نے نعرہ لگایا انا ابو القصم، میں باطل کی کمر توڑنے والا ہوں، (سیرت ابن ہشام)

☆......کفار دوسرا علمبردار تھا عثمان بن ابی طلحہ، اسے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نے قتل کر دیا۔

☆......کفار کا تیسرا علمبردار تھا سعد بن ابی طلحہ، اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

☆......پھر کفار کا علم مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ نے اٹھایا تو انہیں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد علم جلاس بن طلحہ نے اٹھایا تو اسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کر دیا۔ یہ بنو عبد الدار کے بیٹے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں قصہ پارینہ بن گئے۔

☆......اسی طرح کفار کے گیارہ علم بردار ذلیل و خوار ہو کر مرے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۴ص ۲۸۸)

☆......کفار بھاگ گئے، ان کی عورتوں میں چیخ و پکار شروع ہو گئی، شمع اسلام کو گل کرنے کے تمام ارمان پیوند خاک بن گئے۔ اور مسلمانوں نے ان کا مال و اسباب حاصل کرنا شروع کر دیا۔

☆......حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے لاکھ سمجھانے کے باوجود آپ کے ساتھی تیر اندازوں نے کوہ احد کی گھاٹی چھوڑ دی کہ وہ بھی کفار کا مال و اسباب حاصل کر سکیں، اس لغزش کا خالد بن ولید (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) نے بھر پور فائدہ اٹھایا اور پلٹ کر مسلمانوں کی بکھری ہوئی صفوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح ایک ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔

☆......پھر ان حملہ آوروں کے سامنے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے سینہ سپر ہونے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ان کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ ان کی آنکھیں نکال دی اور کان کاٹ ڈالے۔ اللہ تعالی نے ان کی شان میں فرمایا "اور ہرگز خیال نہ کرنا وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، رزق دیئے جاتے ہیں۔

☆......میدان احد میں ستر کے قریب مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں حضور ﷺ کے جانثار چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆☆☆

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندۂ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

☆☆☆

(اقبال)

وجدانِ احد

درس حدیث

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

وباطن کو درست کرلو۔

☆☆☆☆

ارشادِ مصطفیٰ ہے۔

☆......جب تمہارے بھائیوں نے میدانِ اُحد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا۔ جو جنت کی نہروں پر سیاحت کرتے ہیں۔ اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں۔ پھر سونے کی اُن قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرش الٰہی کے ساتھ آویزاں ہیں۔ جب وہ اپنے کھانوں کی لطافت اور خوابگاہوں کی راحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کاش، ہمارے بھائیوں کو بھی علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن نعمتوں سے نوازا، تاکہ وہ جہاد سے دست بردار نہ ہوں، اُن کی اس آرزو کو سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں تمہارا یہ پیغام انہیں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ یہ آیات وَلَا تَحْسَبَنَّ الذین نازل فرمائیں۔ (مسلم، ابوداؤد)

اشارات

☆......اس فرمانِ مصطفیٰ میں شہدائے اُحد کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، اور ان کے حسنِ انجام کی خبر دی گئی ہے۔ نیز ان کے راستے پر گامزن ہونے کے لئے پیغام دیا گیا ہے۔

☆......تاریخ اسلام شاہد ہے کہ غزوہ احد میں ایک وجدانی کیفیت کا ظہور بالکل انوکھے انداز میں دکھائی دیا، شمع رسالت کے پروانے کس طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

☆......ایک خاتون صحابیہ کے باپ، بھائی اور شوہر نے جام شہادت نوش کیا، اس نے ان کی شہادت کی خبر سن کر کہا، ان کو چھوڑ دو یہ بتاؤ، حضور ﷺ کا کیا حال ہے، اسے بتایا گیا، وہ بخیر وعافیت ہیں، پھر اس نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا۔ کل مصيبة بعدك جلل

ترجمہ: تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم

☆......ایک اور خاتون صحابیہ نے اپنے باپ، بھائی اور شوہر کو نظر انداز کرتے ہوئے سرکار کا دامن رحمت پکڑا اور عرض کیا۔ آپ پہ میرے ماں باپ قربان! آپ سلامت ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کون مارا گیا (سبل الہدیٰ)

☆......حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگھی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی دردناک شہادت کی خبر سنی اور تشریف لائیں، ان کے لخت جگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنا چاہا تو کہنے لگیں، میں اس غم پر صبر کروں گی۔ اور انشاء اللہ ثواب کی امید رکھوں گی،

☆......غزوہ احد میں جب سرور عالم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلی تو کئی مستانے جانیں ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھے کہ اس زندگی سے کیا سروکار جو محبوب کی زیارت کے بغیر گزرے، ان میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ کہتے ہوئے پروانہ وار بڑھے۔ واہ واہ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، نضر کے رب کی قسم، جنت کی خوشبو احد کی اس جانب سے آ رہی ہے۔

پھر آپ اس شجاعت رجال لڑے کہ جام شہادت نوش کر لیا، ان کی شان میں آیت نازل ہوئی من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، مومنوں میں کچھ جوانمرد لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ (سبل الھدیٰ)

☆......حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بہت بہادر خاتون تھیں ،اس بہادری سے لڑیں کہ انہیں تلواروں کے بارہ زخم لگے۔(انساب الاشرف جلد ۱ص ۳۲۵)

☆......فرمان مصطفےٰ ہے،میدان احد میں ہم جس طرف بھی دیکھتے ،ام عمارہ ہمارا دفاع کرتی نظر آتی ،(سبل الہدیٰ)

☆......ایک کافر ابن زہیر رسول اللہ ﷺ کو للکارتا ہوا آگے بڑھا تو حضرت ابو دجانہ نے اسکا راستہ روک لیا۔اور کہا پہلے ان کے جانثار سے تو لڑ لے ،پھر ایک ہی وار سے اس کو ختم کر دیا ،رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو دجانہ کو دعا دی ،اے اللہ تو بھی اس سے راضی ہو جا جس طرح میں اس سے راضی ہوں ،(الامتاع جلد ۱ص ۱۲۴)

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کفار مکہ حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس پر تیروں کی بارش کر رہے ہیں تو آپ ڈھال بن گئے اور سارے تیر اپنی پشت پر کھاتے رہے۔

☆......حضور ﷺ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے،واہ وا،سعد تیر چلا،میرا باپ اور میری ماں تجھ پر قربان ہوں۔

☆......حبان بن عرقہ کافر نے حضرت ام ایمن کے تیر چلایا،ان کا پردہ اٹھ گیا وہ خوشی کے مارے قہقہے لگانے لگا۔حضور ﷺ کو اپنی خادمہ کی توہین پر بہت دکھ ہوا،اور ایک تیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا انہوں نے تیر چلایا تو وہ سیدھا اس بد باطن کے گلے میں جا لگا،اب اس کا بھی پردہ اٹھ گیا،اس کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی ہنس دیئے یہاں تک دندان مبارک ظاہر ہو گئے،آپ نے فرمایا سعد نے ام ایمن کا بدلہ لے لیا،اللہ تیری ہر دعا کو قبول کرے اور تیرا ہر تیر نشانہ پر لگے۔

☆......حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ستر زخم لگے،آپ بے ہوش ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہوش دلایا۔انہوں نے ہوش میں آتے ہی سوال کیا ما فعل رسول اللہ اللہ کے رسول کا کیا حال ہے۔حضرت صدیق اکبر کا فرمان ہے۔یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہ کے حصے میں آیا۔

☆......حضور پر نور ﷺ کے چہرہ اقدس زخمی ہوا تو خون کا فوارہ نکل آیا ۔حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون اقدس چوسنا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کا خون میرے خون کو چھوئے گا،اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔

☆......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بیس زخم آئے ،سامنے کے دانت بھی ٹوٹ گئے ،ایک ٹانگ شدید زخمی ہوئی کہ ساری عمر لنگڑا کر چلتے رہے،(سبل الہدیٰ)

☆......غزوہ احد میں ہر فدا کار رسالت یہ نعرہ لگا رہا تھا ،میرا چہرہ حضور کے چہرے پر قربان ۔۔۔۔میری جان حضور کی جان پر قربان ۔۔۔۔۔۔میری گردن حضور کی گردن پر قربان ۔۔۔۔آپ پر سلامتی ہو ،آپ ہمیشہ عافیت کے ساتھ رہیں ،(ایضاً)

☆......حضرت حنظلہ رضہ اللہ عنہ کا جذبہ شہادت کتنا حسین ہے۔آپ نے شب زفاف بسر کی ،غسل فرض تھا۔لیکن غسل نہ کیا کہ یہ تھوڑا سا وقت بھی اطاعت رسول میں حائل نہ ہو جائے ،میدان احد میں کود پڑے اور شہید ہو گئے ۔اللہ تعالیٰ نے ان کو منفرد انعام عطا فرمایا وہ یہ کہ فرشتے زمیں و آسمان کی درمیانی فضا میں انہیں بارش کے پانی سے غسل دینے لگے ،ان کا نام غسل الملائکہ پڑ گیا

جو بھی ان کے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

☆......غزوہ احد سرفروشیوں کی عجیب داستان کا حسین عنوان ہے۔واقعی ،ایمان والے محبوب خدا ﷺ کے ساتھ اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

☆......حضور پر نور ﷺ کو احد پہاڑ کے ساتھ محبت تھی اور احد پہاڑ بھی آپ سے محبت کرتا تھا۔آپ ﷺ ہر سال شہدائے احد کیلئے دعا کرنے تشریف لایا کرتے تھے۔معلوم ہوا حیات حقیقی عشق مصطفےٰ ﷺ کی مرہون منت ہے۔

یہ جذبہ پتھروں کو مل جائے تو وہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں پھر اگر پتھر زندہ ہو جاتے ہیں تو داتا علی ہجویری کیوں نہ زندہ ہوں گے جنھوں نے ساری عمر ہی عشق مصطفےٰ میں بسر کی ہے۔

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان ، مال، اولاد سے پیارا
محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

☆☆☆

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

قسط:۳۶

خدا کے محبوب اعظم حضور خواجہ لولاک ﷺ کی عظمت یکتا کا مضمون ہو یا دوسرے محبوبان خدا کے مقام بلند کی بات ہو، اس کا سب سے بڑا داعی اور سب سے پہلا مبلغ قرآن حکیم ہی ہے۔ حق یہ ہے کہ جس عظمت کی تائید قرآن پاک سے نہ ہو سکے، اس کی حیثیت پر کاہ سی بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جن معجزات کا اور ان کی امتوں کے اولیاء کے جن تصرفات کا ذکر اس کتاب سرمدی میں آچکا ہے، وہ معمولی نوعیت کے نہیں۔ انہیں پر غور کر لیں تو آخری امت کے اولیاو مقربین کے کمالات وتصرفات کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ کتنی واضح بات ہے اللہ نے اپنے پاک بندوں کو کمالات عطا فرمائے۔ اور پھر اللہ پاک نے ہی ان کا ذکر کیا، لہٰذا انکار کی گنجائش نہیں۔ اب جو شخص قرآن پاک کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے ٹھنڈا ہونے پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے ٹھنڈا ہونے پر ایمان نہیں رکھتا قرآن پاک کی صداقت وحقانیت پر بھی ایمان نہیں رکھتا، نار نمرود کا ٹھنڈا ہونا جہاں ابراہیم علیہ السلام کی عظمت شان کی دلیل ہے وہیں رب کی قدرت کاملہ کا ثبوت بھی ہے انکار کرنے والا بظاہر ابراہیم علیہ السلام کے معجزے کا انکار کر رہا ہے۔ مگر در اصل اللہ کے قادر مطلق ہونے کا انکار بھی ہے۔ توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کو سچا مانے اور اس کے کلام میں کسی قسم کے شک وشبہ کو دخل انداز نہ ہونے دے، بدنصیب اس حقیقت سے غافل ہے اور قرآن پاک کے بیان فرمودہ حقائق پر بھی ایمان نہیں رکھتا تو اسے توحید سے کیا واسطہ مگر افسوس شیاطین دور حاضر نے بڑی چابکدستی سے پوری قوم کو بے وقوف بنانے پر کمر باندھ لی اور جو کفر کا تقاضا تھا، اسی کو توحید کا تقاضا قرار دیا۔ پھر کیا تھا کفر کرتے رہے اور توحید توحید کا شور مچاتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض کچے کان اس سے متاثر بھی ہو گئے اور وہ بھی بغیر کسی مزید تحقیق کے محض شور سن کر ہی شور کرنے والوں میں مل گئے۔ شور کرنے والوں کو اپنی تدبیر کامیاب دکھائی دی تو انہوں نے شور کی سریں اور اونچی کر دیں تو شور کرنے والوں کی تعداد اور بھی بڑھ گئی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جن لوگوں کا قرآن پاک پر ایمان تھا، وہ شور مچاتے اور بلند آہنگی کے ساتھ قرآنی تعلیمات ومعتقدات کا پرچار کرتے، مگر فطرتاً صلح پسند وصلح جو ہونے کی بنا پر وہ حسن ظن سے کام لیتے رہے، یا یہ کہ وقت کے تقاضے سے غافل رہے اور اپنا فرضِ محبت پہچان نہ سکے۔ نتیجتاً شور شرابے سے گریز کر کے عموماً شور کرنے والوں کو کھل کھیلنے کا پورا پورا موقع دیتے رہے۔ غور کیجیے کیا صورت حال ہوگی جب کسی بستی پر ڈاکو ہی حملہ کریں اور ڈاکو ہی شور مچائیں کہ لوگو لٹ گئے۔ مارے گئے، پکڑو دھکڑو، جانے نہ دو، بھاگنے نہ پائے۔ ہاں ہاں خود توحید کے خلاف بغاوت کر کے اور خود قرآن پاک کی تصدیق نہ کر کے پھر خود ہی توحید کے لبادے میں منظر عام پر آنا توحید سے اس سے بھی بڑا مذاق ہے جسے ہم اپنی بے بس آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جو عملاً تقریباً دو صدیوں سے جاری ہے۔ ایک نسل کے بعد دوسری اور ایک گروہ کے بعد دوسرا میدان عمل میں اترتا ہے، شور مچاتا ہے، کچے کان متاثر ہو جاتے ہیں شور اور بڑھتا ہے، اور یوں یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہاں اب اس شور میں جہاد کا نعرہ بھی لگایا جا رہا ہے۔ حضور پر نور ﷺ کی امت 'توحید' کی دلدادہ ہے تو پہلا نعرہ توحید کا اور اسے جہاد سے پیار ہے تو دوسرا نعرہ جہاد کا۔ چنانچہ جو سلوک یار لوگوں نے توحید سے کیا، وہی جہاد سے کر رہے ہیں اور جس خلوص سے توحید کا نعرہ لگایا، اسی 'خلوص' سے 'جہاد' کا نعرہ لگا رہے ہیں کبھی 'توحید' کے نشے سے سرشار ہو کر کسی مسجد پر حملہ کر دیتے ہیں تو کبھی کسی عالم دین کو رات کے وقت جلسے سے آتے ہوئے گھیر لیتے ہیں مقبوضہ کشمیر میں بھی ان کی چالیں بڑی باریک ہیں۔ وہاں اپنی مخصوص توحید

کی اشاعت کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تقسیم کرتے ہیں وہ سب کے سب اہل سنت اور پرانی وضع کے مسلمان ہیں۔ یہ ان کے مزارات کی بے حرمتی کرتے ہیں ان کے بزرگوں کی شان میں اپنی مادری زبان استعمال کرتے ہیں۔ کشمیری بے چارے عجب عذاب سے دوچار ہیں۔ ایک طرف مشرک ہندو فوج جو جان کی دشمن ہے، ایک طرف یہ نام نہاد موحد جوان کے ایمان کے دشمن ہیں۔ ہماری دعا ہے اللہ اپنے محبوبان عظام کے صدقے ان کی جان بھی محفوظ رکھے ،ایمان بھی۔

آپ نے سنا ہوگا حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ جو اسلام کے عظیم حکیم، حضرت اقبال کے روحانی مرشد اور نام نہاد حافظ سعید سے گالیاں کھانے والے صابر ولی ہیں، دو قسم کے یاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تا توانی دور شو از یارِ بد — یارِ بد بدتر بود از مارِ بود

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند — یار بد بر دین و بر ایمان زند

ترجمہ: جہاں تک ہو سکے برے یار سے دور رہ کیونکہ برا یار برے مار (یعنی سانپ) سے بھی برا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مار بد تو جان پر ہی حملہ کرتا ہے جبکہ برا یار دین وایمان پر حملہ کرتا ہے۔

چونکہ یہ مجاہد پاکستان ہیں ہوسکتا ہے کشمیریوں کو پاکستان سے بیزار کرنا ہی ان کا مقصد ہو۔ بظاہر ایک عجیب سی بات ہے مگر یار لوگ اس قسم کے اعجوبوں کے عادی ہیں۔ بظاہر کچھ کرتے ہیں۔ بباطن کچھ اور مطلب ہوتا ہے۔ انہوں نے ہر دور میں ظاہر و باطن کو ایک دوسرے سے برعکس ہی رکھا ہے۔ فرمایئے منافق کی یہی تعریف نہیں ہے۔ یہ میں نے کیا کہا کہ اب 'توحید' کے ساتھ 'جہاد' شامل ہو گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی توحید کے ساتھ اس قسم کا جہاد مربوط ہی رہا ہے۔ بلکہ اس قسم کی توحید شاید اس قسم کے جہاد کے بغیر پنپتی ہی نہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ توحید مولانا محمد اسمعیل صاحب دہلوی کے گھر پیدا ہوئی۔ اسی فضا میں پلی بڑھی۔ یہی اسمعیل صاحب 'جہاد' کرنے کے لئے پشاور کے علاقے میں تشریف لے گئے اور وہاں تذکرۃ الرشید کی رپورٹ کے مطابق سب سے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ انہوں نے سکھوں کا نام لیا اور سرحد کے پٹھانوں کو نشانہ بنایا (کہ یہ ابھی انگریزوں کے زیر اثر نہیں آئے تھے) اپنے اپنے تعلقات ہوتے ہیں اور اپنی اپنی ترجیحات۔ مولانا اسمعیل دہلوی انگریزوں کو مہربان سمجھتے تھے اور جو نخلِ وفا انہوں نے بویا تھا، بعد میں ان کے ماننے والے اس کی آبیاری کرتے رہے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی جنھوں نے انگریز گورنر پنجاب کو درخواست دے کر وہابیوں کے لئے نام 'اہل حدیث' منظور کرایا تھا، نے انگریزی حکومت کو جس انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ اس ایڈریس سے ظاہر ہے جو انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر گروہ اہل حدیث کی طرف سے پیش کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

''یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں'' (وہابی مذہب بحوالہ اشاعت السنۃ)

ایک طرف پرانی 'توحید' کے سیدھے سادھے پرستار ہیں جو اپنے اللہ کے بعد اسی کے حبیب ﷺ کو تمام عظمتوں، عزتوں، رفعتوں، شوکتوں اور سطوتوں کا مرجع سمجھتے ہیں، وہ ذکر کرتے ہیں تو اللہ کے بعد اس حبیب پاک ﷺ کا، اللہ کے بعد کسی کو اپنا محسن، مربی، چارہ ساز، مشکل کشا، حاجت روا جانتے ہیں تو اسی اللہ کے نائب اعظم رسول مکرم ﷺ کو۔ اللہ کی کبریائی کے ساتھ کسی کی دہائی دیتے ہیں تو اسی محبوب اکرم، حبیب اکرم ﷺ کی رسالت کی، چنانچہ دیکھا ہوگا پہلے نعرہ تکبیر پھر نعرہ رسالت، ان کے اللہ نے، ان کے ایمان نے، ان کے مشائخ نے اور ان کے اساتذہ نے جو بات ان میں سے ہر فرد کے ذہن نشین کرادی ہے وہ یہ ہے کہ

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہی رسم وفا ان کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اسی کو یہ حاصلِ ایمان سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو اسی عینک سے اور حدیث پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسی کی روشنی میں۔ ذرا خیال تو فرمایئے اللہ جل مجدہ نے محبت سے اپنے حبیب ﷺ پر کتاب محبت اتاری اور اہل محبت نے اہل محبت سے سیکھ کر اہل محبت کو سکھائی۔ وہ لمحے کتنے وجد آفریں ہوتے ہیں جب محبت سے یہ کتابِ محبت سیکھی سکھائی جاتی ہے اور وہ قلب و نظر کتنے اجالوں کے امین بن جاتے ہیں جن کو قرآنی انوار سے یوں سیراب ہونے کا موقع ملتا ہے۔ نئی اور خانہ زاد 'توحید' کے علمبردار بھی رسم و راہ وفا سے واقف ہیں مگر ان کی وفاداری خدا کے دشمنوں اور اسلام کے باغیوں سے ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور بغض ہے تو اللہ کے محبوبوں سے چنانچہ جو اللہ کا جتنا محبوب ہے، یہ اس سے اتنا ہی بغض رکھتے ہیں۔ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبوب ہے ﷺ جس کی نسبت، غلامی، اتباع و اطاعت کی وجہ سے وہ دوسروں کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ انہیں کرامات سے نوازتا ہے، تصرفات عطا فرماتا ہے، انہیں کمالاتِ قدرت کا مظہر بنالیتا ہے۔ وہ اسی محبوب ﷺ کے صدقے سے جس کو جو نعمت دیتا ہے، دیتا ہے بلکہ اسی کے ہاتھوں اپنی ساری نعمتیں تقسیم کراتا ہے اور اسی کے ذریعے کسی کو قبول فرماتا ہے۔ بلکہ جو اس کا مقبول ہے اللہ کا مقبول ہے اور جو اس کی بارگاہ بیکس پناہ سے مردود ہے، اللہ کے ہاں بھی مردود ہے۔ اللہ اکبر، کیا شان ہے اس اللہ کے دربار میں اس کے حبیب پاک ﷺ کی کہ جس شخص نے سو سال مجاہدہ و ریاضت میں گزاری اور زہد و ورع میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ بدقسمتی سے اس سے اس محبوب اکبر و اعظم و اکرم ﷺ کی شان میں ہلکی سی بے ادبی ہوگئی تو اس کی ساری عبادتیں ضائع، اس کے سارے جہاد مردود اس کے سارے اعمال ضبط۔ پھر یہ ساری باتیں کسی سینہ گزٹ سے امت میں نہیں پھیلیں، کسی صوفی کے کشف سے معلوم نہیں ہوئیں، کسی فلسفی نے عقل کے زور سے انہیں دریافت نہیں کیا بلکہ ساری دنیا میں جو کتاب سب سے زیادہ محفوظ ہے، سچی اور ابدی ہے یعنی اللہ کی کتاب 'قرآن مجید' اس میں ہیں، اور بڑے واشگاف انداز میں ہیں مگر کتنے تعجب و حیرت کی بات ہے کہ نئی اور خانہ ساز توحید والوں نے پھر بھی ان تصریحات اور تنبیہات سے کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکالا، انہوں نے بغض رسول سے توبہ نہیں کی اور محبت رسول ﷺ کا راستہ نہیں اپنایا۔ قرآن پاک سے زیادہ معتبر، موثر اور بلیغ پیرایہ اظہار کائنات میں ممکن ہی نہیں مگر افسوس ان پر کوئی اثر نہیں۔ انہیں اللہ کی جنت سے کوئی دلچسپی نہیں، انہیں اللہ کی دوزخ سے کوئی خوف نہیں، انہیں روز محشر کی رسوائی کا کوئی کھٹکا نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ کے غضب کا کوئی ڈر نہیں۔ ہاں ہاں جس اللہ کی توحید کے عاشق بنے پھرتے ہیں، اس کی رضا کا کوئی شوق نہیں۔ ثابت ہو گیا کہ ان کی توحید اگر رحمانی و قرآنی ہوتی تو ان کا طرز فکر ایسا باغیانہ نہ ہوتا کہ جس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ادب اللہ خود کرانا چاہتا ہے، اس کے ادب کو ہی شرک بنا دیتے ہیں حق یہ ہے کہ معاشرت کے بھی کچھ اصول و قوانین ہوتے ہیں، یہ وہ بدنصیب ہیں جن کی دل آزاریوں سے ساری فضا گھٹن کا شکار رہتی ہے۔

حالی نے سچ فرمایا تھا!

جس کو خدا کا خوف ہے، وہ ہے بزرگ دیں
دنیا کی جس کو شرم ہے، مردِ شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں ، اس کو کیا کہوں
فطرت کا وہ رذیل ہے ، دل کا کثیف ہے

اسلام کے بہی خواہ اور ملت اسلامیہ کے سچے ہمدرد جہاں اس بات پر پریشان رہتے ہیں کہ عموماً دین کا جذبہ کارفرما نہیں رہا، ملت کے نوجوانوں کو عیاشی و فحاشی کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے، مرد و زن کا وہ اختلاط جو تہذیب حاضر کا خصوصی سیاہ کارنامہ ہے عام ہو رہا ہے، درآمدی فیشنوں نے دل و دماغ کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے۔ ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی برکت سے رقص و سرود کی محفلیں گھر گھر میں پہنچ رہی ہیں، ہماری کالج میں پڑھنے والی بچیاں حیا سے نا آشنا ہوتی جا رہی ہیں، نصف صدی گزرنے کے باوجود یہاں وطن عزیز میں اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نصاب تعلیم مروج نہیں کیا گیا۔ غرض دل خون کے آٹھ آٹھ

آنسو روتا ہے کہ ہماری اصل منزل کیا تھی اور ہم کدھر جا رہے ہیں، اس کا حل یہی تو ہے کہ خدا کا اور اس کیلئے اس کے رسول ﷺ کا عشق دلوں میں پیدا کیا جائے۔ حضور پرنور ﷺ کے کمالاتِ صورت وسیرت بیان کر کے قافلے کا رخ اپنے اصل قبلے کی طرح موڑا جائے، اسلام کو اپنے اپنے ماحول میں ہی سہی زیادہ سے زیادہ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور دین حنیف کے حوالے سے معاذ اللہ اگر کوئی احساس کہتری کا شکار ہے تو اسے اس سے نکالا جائے۔ نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوع انسان پر جو احسانات کئے ہیں، اور اولادِ آدم علیہ السلام کو قعرِ مذلت سے نکالنے کیلئے جو جو اقدامات کئے ہیں، انھیں بیان کیا جائے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وہ معجزات جنھیں دیکھ کر کفار قدرت خداوندی اور عظمتِ نبوت پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے تھے انھیں بڑھ چڑھ کے بیان کیا جائے، اطاعت خداوندی کے جو فوائد عقبیٰ میں ہوں گے صرف انھیں کو بیان نہ کیا جائے بلکہ اس دنیا میں بھی اس سے فکر وعمل کو جو روشنی اور قوت و برکت ملتی ہے، بیان کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ تھے کرنے کے کام مگر یار لوگوں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ لوگ اگر اللہ کے ساتھ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لیتے ہیں، تو حید حاضر کے جیالے چڑ جاتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نظر کرم اپنے ہر امتی کے شامل حال ہے اور اسے احتیاط سے سفرِ حیات طے کرنا چاہئے، اس قسم کے جملے سن کر احتیاط تو ایک طرف رہی الٹا شرک شرک کا نعرہ لگا دیتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور امتی کا تعلق یہ بیچارے سمجھ نہیں پاتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں، اس لئے کہ خود کو 'امتی' کہلوانا ان کیلئے غالباً بوجھ ہے۔ امتی بنیں تو تعلقات کی لطافت کو سمجھیں اور جب امتی ہی نہیں تو کیا سمجھیں اور کیونکر سمجھیں۔ ان کا اندازِ گفتگو بعض اوقات اتنا دلخراش ہوتا ہے کہ سننے والا آسانی سے یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دل سے نہیں مانتے اور جو کچھ یہ اول فول بک رہے ہیں، اللہ کے سچے نبی ﷺ کی شان اس سے وراء الوراء ہے۔

ہاں ہاں یہ خیالی بات نہیں، ایسا ہوتا ہے اور بعض دفعہ سلیم العقل لوگ ان کی باتیں سن کر ہی یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ برادرِ طریقت راؤ نصر اللہ خاں مرحوم کا ایسا ہی واقعہ ہے۔ میرے محسن ومربی، اعلیحضرت، قیوم زمانی، حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ نے انھیں بزم لاثانی ضلع ساہیوال کا صدر نامزد فرمایا تو ہمارا ان کا تعلق اور بھی بڑھ گیا، ایک دفعہ دوران گفتگو فرمانے لگے کہ میں نے دیوبندی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ہمارے گھر والے ہی تھے جو اپنے گاؤں میں دیوبندی علماء کو تبلیغ کیلئے بلایا کرتے تھے۔ راؤ صاحب فرماتے تھے کہ میں نے ان دیوبندی علماء سے حضور ﷺ کے بارے میں ان کے خیالات سنے تو میرے دل نے گواہی دی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی (معاذ اللہ) شان اتنی کمزور نہیں ہوسکتی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، محض بغض وعداوت کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔ راؤ صاحب کے بقول اسی قسم کی تقریریں سن سن کر وہ اپنے گھر والوں کے عقیدے سے تائب ہو گئے اور پھر بعد میں وہ غوث زماں حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو گئے۔

برادرانِ عزیز، کسی کے نعروں پر نہ جایئے، کسی کی شکل سے دھوکا نہ کھایئے، کسی کی من موہنی باتوں پر لٹو نہ ہو جایئے، ہاں ہاں یہ دیکھو اس کا اللہ کے پاک حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیا رویہ ہے۔ باغیانہ ہے یا غلامانہ، باغیانہ ہے تو کسی لبادے میں ہو، کسی رنگ کا ہو اور چکنی چپڑی باتوں میں شاق ہو، اسے دنیا کا سب سے زیادہ بدبخت شیطان سمجھئے۔ ایسا کیوں نہ ہو، دنیا میں کون ہے جو اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ان کی طرح مانتا ہے، آج کل یہودی سے مل کر دیکھ لیجئے، اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کس قسم کے عقائد ونظریات ہیں۔ کیا آپ نے کسی یہودی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے دیکھا، کیا کسی عیسائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے دیکھا، وہ تو ان کے معجزات چھپانے کے بجائے جو تین چار ہیں انھیں بڑھا چڑھا کے پیش کرتے ہیں اور انھیں نبی کے بجائے خدا مانتے ہیں۔ ایک یہ ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں، بظاہر رسول بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر بھی دن رات ان کے کمالات چھپانے اور ان کا انکار کرنے کرانے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ ایسے نانہجار اور کہاں ہوں گے؟ ان کی باتیں سن کر اسلام میں کوئی کشش محسوس ہوگی یا کسے خداوند کریم وقدیر کی رحمتوں اور قدرتوں پر یقین آئے گا۔ مگر یہی تو یہ چاہتے ہیں کہ اندر والے اسلام سے بددل ہوں اور باہر سے آنے کا ارادہ کرنے والے باہر

رہیں۔ کیا آپ بھول گئے جب حضور اکرم نور مجسم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے وہاں یہودی بھی موجود تھے۔ حضور اکرم ﷺ انھیں دوران گفتگو اپنی تشریف آوری اور بعثت کا ذکر توریت میں پڑھنے کیلئے کہتے تو جہاں حضور ﷺ کا ذکر خیر آتا تو اس پر ہاتھ رکھ لیتے، تا کہ ذکر پاک چھپا رہے پھر حضور ﷺ انھیں فرماتے کہ ہاتھ ہٹا کر پڑھو وہ پڑھتے تو حضور ﷺ کا ذکر خیر بغیر کسی ابہام کے ہوتا۔ کسی حد تک یہی حال ان کا ہے بلکہ ان کا حال اور بھی زیادہ برا ہے، وہ یہودی وقتی طور پر سہی مان جاتے تھے، مگر یہ نہیں مانتے۔ ان کا انداز بعض اوقات اتنا بے رحمانہ ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ان کا مذاق اڑاتے ہیں مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے، چنانچہ قیام پاکستان سے قبل کہتے ہیں کہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کے لیے بریلی سے تشریف لائے تو مولوی شریف صاحب سابق شیخ الحدیث مسجد فتح پوری (دہلی) نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہٗ کو ثابت کرنا تھا کہ حضور سرور عالم، رحمت عالمیان ﷺ اپنے غلاموں کی امداد فرماتے ہیں جب کہ دیوبندی مناظر کو اس کا جواب دینا تھا۔ کہتے ہیں کہ دیوبندی مناظر کی قال وقیل سن کر ہندو سکھ کہتے تھے کہ مولوی صاحب اگر آپ کا نبی کچھ نہیں کر سکتا تو آیئے ہمارے ساتھ مل جایئے اور ہمارے مذہب میں آجایئے۔ غرض نجدی مناظر اور اس کے ہمنوا بڑی رسوائیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے واپس ہوئے مگر حلقہ بگوش رسول ﷺ پھر بھی نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ ان کی موت ہوئی تو کئی دن تک قبر سے بدبو آتی رہی۔ سچ ہے کافر ایک دفعہ جس کلمہ مقدسہ کو پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے منافق اسے لاکھوں بار پڑھ کر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ کافر نے اگر چہ ایک بار پڑھا مگر پڑھا دل سے، اس کے برعکس منافق نے لاکھوں بار پڑھا مگر پڑھا صرف زبان سے ہے۔ قرآن پاک میں دیکھ لیجئے جو سزا منافق کی ہے، وہ اسی کے لیے ہے اور وہ سب سے زیادہ سخت ہے چنانچہ

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ج ولن تجد لھم نصیرا ٥ (النساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

مزید تفصیل دیکھنا ہو تو

"ویعذب المنفقین و المنفقت و المشرکین و المشرکت"۔۔۔۔۔۔۔الخ (سورۃ الفتح)

ترجمہ: اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو۔

دیکھی ترتیب ان کی جو ہمیشہ ہمیشہ نذرِ عذاب رہیں گے۔ پہلے منافق مرد وعورت اور پھر مشرک مرد وعورت۔ پہلے دور سے اب تک اہل ایمان کے عقائد ونظریات میں تبدیلی نہیں آئی یونہی منافقین کے افکار وخیالات میں یکسانیت موجود ہے۔ اُس دور کے منافقین کا زیادہ تر گزارہ حضور ﷺ کے کمالات صورت وسیرت کے انکار پر تھا اور دور حاضر کے منافقین بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے کمالات کو برداشت نہیں کرتے کوئی منافق حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کا قائل نہیں تھا اور کوئی منافق حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کا قائل نہیں۔ کوئی منافق حضور پرنور ﷺ کو حاضر وناظر نہیں مانتا تھا اور کوئی منافق حضور پرنور ﷺ کو حاضر وناظر نہیں مانتا۔ مختصر یہ کہ اس دور میں منافقت کا ظہور کمالات مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے انکار سے ہوتا تھا اور اب بھی یہی حال ہے۔ غور فرمایئے رب جبار وقہار نے منافقین کو سخت ترین عذاب کی وعید کی یعنی کن کو؟ ایسے گستاخان رسول ﷺ کو جو زبان سے توحید ورسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں، اور تصریح فرما دی کہ عذاب کے استحقاق میں مشرکین سے بھی پہلے انہیں کا نمبر ہے۔

غور کیا جائے تو سب سے زیادہ مستحق عذاب ہونے کی وجہ کفر، شرک یا نفاق نہیں بلکہ گستاخی رسول (ﷺ) ہے۔ گستاخ کافر ومشرک ہو یا منافق، سخت ترین عذاب اسی کے لیے ہے۔ آپ خود جائزہ لینے کی کوشش کیجئے، آپ کو معلوم ہوگا جس قدر بغض رسول ﷺ منافق کے دل میں ہے وہ کسی میں نہیں، کافر ومشرک ایک بار کلمہ پڑھ لیں تو بغض کی ظلمات دل سے نکل گئیں۔ مگر منافق چونکہ کلمہ طیبہ کو اپنی گستاخی کی ڈھال بنالیتا ہے، لہٰذا اس کا جرم بھی زیادہ ہے

اور سزا بھی زیادہ۔ پھر اس کا یہ بغض بڑھتا ہی جاتا ہے خواہ آپ کوئی دلیل دیں، کوئی آیت سنائیں، کوئی حدیث پیش کریں، قرآن پاک فرماتا ہے

"فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ج ولهم عذاب اليم بما كانو يكذبون o" (البقرۃ۔۱۰)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے بدلا ان کے جھوٹ کا۔

دیکھا آپ نے جھوٹ موٹ توحید کا دعویٰ کرنے کا نتیجہ......؟

مشرکینِ مکہ اور منافقینِ مدینہ کا نفسیاتی فرق بغور دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ مشرکین سے منافقین کی فطرت زیادہ مسخ ہوتی ہے۔ مشرکین نبوت کا معجزہ دیکھ کر اگر سچے دل سے ایمان نہیں لاتے تھے تو کم از کم یہ مانتے تھے کہ واقعہ ضرور ہوا ہے، نبوت کے زور سے نہیں تو جادو کے زور سے ہی سہی، مگر منافقین ایسے معجزات دن رات دیکھتے تھے مگر اسے قابل غور نہیں سمجھتے تھے، پھر مشہور ہے کہ حضور ﷺ کو ابو جہل اور ابولہب جیسے ملعون بھی "الصادق" اور "الامین" تسلیم کرتے تھے مگر منافقین قلب و نظر کے ایسے اندھے تھے کہ انہیں کسی اخلاقی خوبی کا دیکھنا بھی ناممکن تھا۔ وجہ یہ کہ ان کی فطرت بہت بری طرح مسخ ہو چکی تھی۔

خیر بات ہو رہی تھی کہ منافقین کا عذاب سب سے سخت ہے کیونکہ انھیں حضور پر نور ﷺ سے بغض ہے، تو حید کا نام اگر لیتے ہیں تو یہ وہ توحید نہیں جو بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ان کے غلاموں کو ملتی رہی اور ملتی ہے۔ اور بخشش کا سبب بن جاتی ہے بلکہ ان کی توحید مسلمانوں کو دھوکہ دینے کا محض بہانہ ہے۔ خیر بات یہی ہے کہ منافقین کا عذاب کھلے کافروں، ملحدوں، دہریوں اور مشرکوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اسے قرآن و حدیث کے علاوہ بعض سزا کے ان واقعات سے بھی دیکھا جا سکتا ہے جو دور حاضر میں بھی قدرت اپنی مخصوص حکمتوں سے دکھا رہی ہے۔ مثلاً دورِ حاضر کا نامور گستاخ رسول جس کا نام غلام اللہ خاں تھا اور جو اپنے مخصوص حلقے میں شیخ القرآن کہلواتا تھا۔ کس طرح مرا، نہایت ہی عبرتناک ہے۔ راولپنڈی کا یہ نام نہاد موحد دوبئی میں تقریر کے دوران کس طرح راہی ملک عدم ہوا، ایک چشم دید گواہ کی زبانی سنیے، یہ گواہ اس سے متاثر ہوا، اور اس کی موت دیکھ کر تائب ہوا پھر اس نے اپنے گاؤں کے قاضی صاحب کو سارا واقعہ لکھا، (اس خط کی نقلیں اس زمانے میں تقسیم ہوئی تھیں، ایک نقل ہم تک بھی پہنچی تھی۔ اب یہ کتاب "گستاخوں کا برا انجام" مصنفہ فیض ملت حضرت علامہ فیض احمد اویسی سے نقل کیا جا رہا ہے۔

(دوبئی ۸۰۔۹۔۱۹) جناب قاضی صاحب......................السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں۔ صورت احوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو خط میں میں نے تازہ حالات اس وقت لکھے تھے۔ اب سارے یاد نہیں، مگر آپ نے لکھا کہ مجھ سے کسی نے تحقیق کی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ میں نے خود پہلے ان کی تقریر سنی جو انھوں نے یہاں کی، تقریباً دو گھنٹے تک آپ تقریر کرتے رہے۔ ہزاروں لوگ تقریر سننے آئے ہوئے تھے، آپ یعنی غلام اللہ خاں صاحب نے خوب خوب [1] آپ (ﷺ) کی گستاخی کی۔

میں خود بھی ان کا مداح تھا چونکہ مذہب سے لاعلم ہوں۔ آپ بھی مجھ سے اسی بارے میں ناراض رہتے تھے اور کئی بار میں نے آپ کو تحفے پیش کئے، آپ نے انکار کر دیا کہ میں تجھ جیسے بے ادب سے بات کرنا نہیں چاہتا تحفہ کس طرح قبول کروں آج مجھے یہ باتیں یاد ہیں۔ گاؤں آ کر آپ سے معافی مانگوں گا تو تقریر کرتے ہوئے دل پر دورہ پڑا اور انھیں ہسپتال لایا گیا۔ وہ پلنگ سے اچھل کر چھت تک جاتے اور پھر زمین پر آ پڑتے۔ ڈاکٹر سب کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ میں چھپ کر دیکھتا رہا اور کانپتا رہا۔ اسی کشمکش میں تقریباً ایک گھنٹہ گزرا۔ پھر خاموشی ہو گئی کوئی اندر جانے کو تیار نہ تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو بلایا جیسے کافی آدمی اکٹھے اندر گئے۔ اور دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے، زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی اور آنکھیں باہر ابل آئی تھیں۔ انھیں غسل دینے کو کوئی تیار نہیں تھا مجبوراً اسی طرح پیٹی میں بند کر کے پاکستان بھیج دیا گیا۔ میں تین چار دن بیمار رہا اور اٹھ اٹھ کر بھاگتا تھا پھر توبہ استغفار پڑھی اور کچھ میں ٹھیک ہوا۔ یہ تھی ان کی تقریر اور انجام، خدا کی لاٹھی بے آواز کام کر گئی۔ باقی باتیں خود آ کر سناؤں گا۔ دسمبر میں آنے کا ارادہ ہے۔ یہ خط قاضی صاحب کو دے دینا۔ گھر میں سب سے فرداً فرداً سلام۔

والسلام

فقط: تمہارا بھائی مختیار احمد

[1] : گستاخی کیلئے "خوب" کا لفظ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

حضورہ شہنشاہ لاثانی، حضور نقش لاثانی، حضور نقشہ نقش لاثانی کے عرس لاثانی منعقدہ یکم، ۲ اکتوبر کے موقع پر خطاب

حقانیت اہلسنت

حضرت علامہ کوکب نورانی

تعلیم دیتے رہے اسی حجرے میں دفن کیا گیا۔ انکے چہلم کا ختم مبارک ۸ دسمبر بروز پیر صبح ۹ بجے دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں منعقد ہوگا۔

﴿وان امنو بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا﴾

حمد وصلوٰۃ کے بعد گفتگو شروع کرنے سے پہلے دعا لینے کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ کریم جل شانہٗ اپنے محبوب کریم ﷺ کی برکت سے ان شہزادوں کا اقبال سلامت رکھے، اور اس آستانہ عالیہ کا فیضان مخلوق کو ہر لحہ کثیر پہنچتا رہے، اس دربار شریف پر میری تیسری حاضری ہے اور عرس شریف کی محفل میں پہلی دفعہ عزت دے کر یاد کیا گیا ہوں۔ عزت والے عزت دیا کرتے ہیں، ان شہزادوں نے، ان بزرگوں نے یاد فرمایا ہے، خالی جھولی لے کر آیا ہوں۔ آپ کی طرح میں بھی سوالی ہوں اولادرسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اولادرسول کو سخی بنایا ہے، اللہ ہم سب کی جھولیاں بھر دے۔ جو بھی آیا کوئی خالی نہ جائے، جو تقریر ٹیلی ویژن پر کرتا ہوں اس کا انداز دوسرا ہوتا ہے آپ کے سامنے جو موضوع دیا گیا ہے، بہت مختصر کرکے اس کو آپ کو سناؤں گا۔ میری اردو آپ کی پنجابی کی طرح ہے، آپ کو دشواری نہیں ہوگی۔

پہلی بنیادی بات، آج اتنے ذرائع جمع ذریعہ، اردو میں ذریعوں کہہ لیں، مختلف طریقوں سے جتنے بھی حملے ہورہے ہیں۔ وہ اہل سنت پر ہو رہے ہیں فرقے کون سے دین مذہب میں نہیں ہیں Christianity، جس کو عیسائیت کہتے ہیں، ان میں بھی فرقے ہیں، بلکہ آپ امریکہ یا برطانیہ میں جائیں، ایک گھر میں اگر دس افراد ہیں تو ہر ایک کا عقیدہ الگ ہے، ہر ایک فرقہ الگ۔ یہودیت میں اس وقت ان کا سب سے بڑا گروہ زائنسٹ جس کو صیہونی کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ دنیا پر حکومت کرنے کا حق صرف ان کو ہے۔ انہوں نے ہی یہ پوری دنیا میں فساد پھیلایا ہوا ہے۔ تمام یہودیوں نے نہیں، یہودیوں کے ایک فرقے نے۔ جنکو انگریزی میں زائنسٹ اور اردو میں صیہونی کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رازق خدا نہیں ہے ہم ہیں (معاذ اللہ)۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ روٹی مانگنی ہے تو ہم سے مانگو، جو مانگنا ہے ہم مانگو، خدا سے مت مانگو، معاذ اللہ۔ ان میں بھی فرقے ہیں، ہندووں میں فرقے، آگے آپ چلیں تو ایک لمبی فہرست ہے مگر میں آپکو جو بات بتانا چاہتا ہوں، عیسائی اٹھے، یہودی اٹھے، ہندو اٹھے، جو اٹھتا ہے اس کو مسلمانوں میں اگر کوئی نظر آتا ہے تو سنی نظر آتے ہیں، کیوں؟ آپ کے پڑوس میں ازبکستان ہے۔ سنٹرل ایشیاء، میں وسطی ایشیاء کا علاقہ ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ روس نے وہاں پر مدتوں، برسوں حکومت کی، مسجدیں تو توڑ ڈالیں، ایک مزار نہ توڑ سکے۔ وہاں اسلام باقی ہے۔ تو ان اولیائے نقشبند کے مزارات کا صدقہ ہے۔ جو وہاں قائم ہیں۔ توجہ چاہتا ہوں۔ آپ جنوبی افریقہ جسے ساؤتھ افریقہ کہتے ہیں اسکا مشہور شہر ہے ڈربن ریور سائیڈ علاقے کا نام ہے۔ سمندر کے ایک کنارے پر ایک مزار بنا ہوا ہے جسے صوفی صاحب کا مزار کہتے ہیں۔ انگریزوں نے کہا یہ مزار ہمارے رستے میں آرہا ہے ہم اسے توڑنا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے مسلمانوں نے کہا یہ مزار ہے اس کو مت توڑو۔ انہوں نے کہا نہیں یہاں سے قبریں ہٹاؤ۔ مسلمان تھوڑے سے تھے۔ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ وہاں کی حکومت کے لوگ مزار کی بنیادیں توڑنے آئے۔ ابھی گیتی پہلی ماری تو سانپوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ میں کوئی کچی بات نہیں کر رہا۔ نام میرا اوکاڑوی ہے ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں۔ حکومت نے میٹنگ بلا کر کہا کہ مزار توڑا نہیں جائے گا۔ آج سے قومی یادگار بنایا جائے گا۔ یہ بات میں نے کیوں سنائی ہے۔ سنو! آپ محفلوں میں آئے۔ ان لوگوں کا شکریہ ادا کرو۔ جنہوں نے عرس کی محفل میں بلایا۔ اور موقع دیا کہ حضرت صاحب کی شادی میں براتی بن کر آجاؤ۔ جب دولہا بنتا ہے کوئی تو خیرات بانٹی جاتی ہے۔ آپ کے گھر میں بھی کوئی دولہا بنا ہوگا۔ خیرات بانٹی جاتی ہے۔ تو دولہا کے وقت جب خیرات بٹتی ہے، باراتی لوٹتے ہیں۔ جو آگئے ہیں لے جائیں

گے۔جو نہیں آئے رہ جائیں گے۔کہ ان کی مہربانی کہ آپ کو بلا لیا۔میں نے جو بات کرنی ہے وہ یہ مجھے بتادو سوائے اہل سنت کے پوری دنیا میں کہیں کسی کا عرس منایا جاتا ہے؟ کیونکہ عرس کے معانی شادی کے ہیں۔اور شادی اللہ والوں کی ہوتی ہے۔دوسروں کے ہاں جاؤ ماتم نظر آئے گا۔اللہ والوں کے ہاں جاؤ تو شادی نظر آئے گی۔شادی کیوں؟ شادی تو خوشی کو کہتے ہیں۔دولہن کو دولہا ملتا ہے،اسکی شادی ہوتی ہے۔دولہا کو دولہن ملتی ہے۔اسکی شادی ہوتی ہے۔اس اللہ والے کو آج کونین کا دولہا مصطفیٰ ﷺ ملا ہے۔

ہمارا نام اہل سنت و جماعت ہے۔والجماعت نہیں۔عربی میں کہیں گے تو اہل السنتہ والجماعتہ اردو میں کہیں گے اہل سنت و جماعت۔ساتھ میں ایک اور لگ گیا بریلوی۔لگا ہے ناں۔بریلوی کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔دھیان سے سنیں میری بات۔کسی فرقے کا نام نہیں۔کسی عقیدے کا نام نہیں بلکہ اہل سنت کی صحیح پہچان کا نام ہے۔جب تک گھی صرف گھی تھا اسکو گھی کہتے تھے۔جب بناسپتی نکلا تو کہنا پڑا اصلی گھی، پہچان کرانا پڑی۔ورنہ صرف گھی کہتے تھے۔جب بناسپتی آیا تو اصلی گھی کہنا پڑا۔جب انہوں نے بھی خود کو اہل سنت کہنا شروع کر دیا تو اصلی اہل سنت کی پہچان کے لئے بریلوی کہنا پڑا۔ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔ہمیں عقیدے امام احمد رضا نے نہیں دیئے۔دھیان سے سن لیں ،ہمیں عقیدے غوث اعظم نہیں دیئے۔ہمیں عقیدے امام احمد نے نہیں دیئے۔کیونکہ عقیدہ قرآن سے بنتا ہے۔عقیدہ حدیث سے بنتا ہے۔ان سب نے قرآن و حدیث کی پیروی کی ہے۔ہم امام احمد رضا کو اعلحضرت بریلوی کہہ کے خود کو انکے ساتھ جوڑ کر بریلوی اس لئے کہلاتے ہیں۔چودھویں صدی میں جب ایمان کو بدلا جا رہا تھا،اس شخص نے اس دور میں جبکہ انگریز کی حکومت تھی۔اسکی غلامی میں لوگ اپنے آپ کو شمس العلما کے خطاب دلوا رہے تھے۔خان بہادر کہلوا رہے تھے۔اعلحضرت نے بوریئے پر بیٹھ کر میرے اور آپ کے ایمان کی حفاظت کی ہے۔اور میری معلومات کے مطابق اس آستانے کے شہزادے بھی بریلی گئے تھے۔انہوں نے وہاں جا کر تعلیم حاصل کی تھی۔میں بتانا کیا چاہتا ہوں۔ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔یہ لقب ہمیں کس نے دیا ہے۔حضرت قبلہ پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب نے؟حضرت پیر شاہ لاثانی نے؟ 13ویں ،12ویں ،11ویں، 10ویں، 9ویں، 8ویں،ویں،چھٹی،پانچویں چوتھی،یا تیسری صدی کے کسی عالم نے؟نہیں۔یہ لقب کہاں سے آیا۔آسان حوالہ دے دوں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے۔ایک گروپ ہے جسکو بستر لوٹا پارٹی کہتے ہیں۔در بدر پھرنا۔جو نبی کے در سے پھرے گا پھر اسکو گھر مل سکتا نہیں۔

جو تیرے در سے یار پھرتے ہے
در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

جب نبی کا در چھوڑ دیا۔اب کوئی در مل سکتا نہیں۔انکے ایک بڑے جنکا نام محمد زکریا صاحب ہے۔جنہوں نے ان کے لئے تبلیغی نصاب لکھا۔اس میں ایک حصہ ہے فضائل درود شریف۔اس میں یہ روایت موجود ہے۔انکا حوالہ اس لئے دے رہا ہوں۔کہ اگر ان میں سے کوئی سن رہا تو وہ بھی جان لے۔
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام زین العابدین کی روایت کہ،نبی پاک ﷺ پر بہت زیادہ درود و سلام بھیجنا یہ اہل سنت ہونے کی نشانی ہے۔اصطلاحاً صحابی کس کو کہتے ہیں۔مجھ سے پہلے آپ نے علامہ مولانا مظہر اللہ صاحب کا خطاب سنا۔وہ آپ کو عالمانہ طور پر بتا رہے تھے۔صحابی کو دیکھنے والا مومن اس کو کہتے ہیں تابعی۔معناً تو ہم سب تابعی ہیں لیکن اصطلاحی طور پر وہ تابعی،امام حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں،ان کو دیکھنے والے انکے بیٹے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں۔پتا چلا کہ دو چار سو سال کی بات نہیں،چودہ سو سال ہو گئے۔ہمیں اہل سنت کا لقب ملا ہے تو نبی کے گھرانے سے ملا ہے۔توجہ کثرت سے درود و سلام بھیجنا۔کن کی نشانی ہے۔انکو ایک لفظ میں سنی کہتے ہیں۔ہم بریلوی نہیں نرے ہم سنی بریلوی ہیں۔
اب سنیں توجہ سے۔آج مسلمان کہلانے والے بہت ہیں۔جو اللہ کو سچا نہیں مانتے۔وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔جو حضور ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں۔وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔جو صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں۔وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔جو قرآن پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔جو اولیاء پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔اگر مسلمانی یہی ہے تو پھر ہم پوچھنا چاہیں گے کہ ہم کون سے مسلمان ہیں۔سوال ہو جائے گا۔آج ہم ختموں کی زبان میں بات نہیں کرنا چاہتے۔ہم قرآن و سنت کی زبان میں بات کر رہے ہیں۔وہ فتوے جو کل کچھ اور تھے آج کچھ اور ہیں۔ایک کے لئے اور ہیں،دوسرے کے لئے اور۔ان فتووں کو نہیں مانتے۔قرآن و سنت کی بات کو مانتے ہیں۔جو فتویٰ شریعت و سنت کے مطابق ہوگا۔اس کو مانیں گے۔
سنیں دھیان سے جو اللہ کو سچا نہ مانے۔آپ اس کو مسلمان مانیں گے۔جو نبی کی ذات پر اعتراض کرے آپ اس کو مسلمان مانیں گے۔اب سنیں یہ دربار ہے پیر لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔دنیا جانتی ہے۔حضرت صاحب کے دربار پر اتنا ہجوم ہے۔ایک بات سناؤں۔حضرت شیخ سرہندی،دیوبندی بھی ان کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔وہابی بھی ان کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔فقط دعویٰ کرتے ہیں مانتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں میں اجمیر گیا۔حضرت خواجہ غریب نواز

رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اللہ والوں میں میل نہیں ہوتی۔ کینہ نہیں ہوتا۔ قادری ہے یا نقشبندی، چشتی ہے یا کہ سہروردی سب میں ایک ہی نور ہے۔ یہ لڑائی کے لئے نہیں ہیں۔ یہ محبت کے لئے ہیں۔ یہ روشنی کے لئے ہیں۔ یہ اندھیرے کے لئے نہیں۔ وہ نقشبندی ہیں چشتی کے مزار پر گئے۔ عرس کا ٹائم تھا۔ ہجوم بہت زیادہ وہ فرماتے ہیں۔ میں قبر کے نزدیک نہ جا سکا۔ تو میں نے حضرت خواجہ صاحب کی روح سے پوچھا۔ حضرت خواجہ آٹھ سو سال پہلے مجدد صاحب چار سو سال پہلے دونوں کے درمیان ساڑھے تین سو سال سے زیادہ وقفہ۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں، میں نے خواجہ صاحب کی روح سے پوچھا۔ حضرت خواجہ صاحب 800 سال پہلے مجدد صاحب سے 400 سال پہلے۔ دونوں کے درمیان ساڑھے تین سو سال سے زیادہ وقفہ۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے خواجہ صاحب کی روح سے پوچھا۔ مجدد صاحب نے بتا دیا۔ ارے میرے ماننے کا دعویٰ کرنے والو سنو! وہ ہستی جو مجھ سے ساڑھے تین سو سال پہلے چلی گئی مجھے دیکھ بھی رہی ہے، مجھے سن بھی رہی ہے۔ میری بات کا جواب بھی دے رہی ہے۔ عقیدہ نوٹ کرتے جائیں۔ فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا، اتنا ہجوم کیوں لگایا ہوا ہے۔ مجھے موقعہ نہیں مل رہا آپ کی قبر کے پاس آنے کا۔ اتنا ہجوم کیوں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا، میں نے نہیں بلائے، رب نے بھیجے ہیں۔ ابھی بات ختم نہیں ہوئی۔ دھیان سے سنیں۔ فرماتے ہیں، اللہ نے ان کی حاجتیں میرے سپرد کی ہیں۔ بات سمجھ میں آ گئی ہے؟ تو ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ حقیقی طور پر فاعل اللہ ہے۔ کام کرنے والا اللہ ہے۔ ذریعہ یہ اللہ کے پیارے بنتے ہیں۔ اللہ ہماری حاجتیں اپنے ان بندوں کے سپرد کرتا ہے۔ ہم آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔ ملتا ہے۔ جن کو ملا ہے۔ آواز دیں، اگر نہیں ملتا تو کیوں آئے ہو؟ کیا کچھ ملتا ہے۔ آپ کو نظر نہیں آتا اور ملتا ہے۔ ابھی آپ کو نظر نہیں آیا۔ میں دکھا دیتا ہوں۔ قیامت کا دن ہوگا۔ آپ پریشان ہوں گے۔ پچاس ہزار سال کے برابر ایک دن۔ زمین تانبے کی ہو جائے گی۔ سورج سوا میل پر ہوگا۔ گرمی سے دماغ ابلتے ہوں گے۔ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ زبانیں پیاس سے باہر آ جائیں گی۔ نفسی نفسی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ نفسی کا معانی ہے میری جان میں بچ جاؤں کسی طرح۔ تصور ہے اس دن کا۔ ماں بیٹے سے بھاگے گی۔ بیٹا ماں سے بھاگے گا۔ آج آپ اپنی بیویوں کے لئے، بچوں کے لئے، بیٹوں کے لئے، بھائیوں، بہنوں کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں۔ اس دن کوئی کام نہ آئے گا۔ سب نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ اس وقت ان اللہ والوں کے دربار میں مجھے اور آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ سن لو آنے والو! آپ ان کے عرس پر آئے ہو۔ ان اللہ کے پیاروں کو حکم ہوگا۔ اللہ ان کو بلائے گا۔ اے میرے بندو، تم نے دنیا میں میرے لئے کم کھانے پر گزارا کیا، جیسا تمہیں پہنایا پہن لیا، عیش نہیں کیئے۔ مانگو آج کیا مانگتے ہو، آپ سوچتے ہوں گے۔ حضرت پیر لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے، یا اللہ مجھے جنت میں بڑا سا پلاٹ دے دے، نہیں۔ یا اللہ دوسروں کو ستر حوریں دی ہیں۔ مجھے بھی دو سو دے دے۔ نہیں، حدیث شریف پڑھو۔ یہ اللہ والے کتنے لجپال ہیں۔ یہ کیسے کریم ہیں۔ یہ کہیں گے یا اللہ، اس میدان محشر میں کچھ لوگ ہیں۔ جو دنیا میں ہم سے پیار کرتے تھے۔ کوئی ہمارے پیچھے نماز پڑھتا تھا، کوئی وضو کراتا تھا، کوئی آ کے وعظ سنتا تھا، کوئی مصافحہ کرتا تھا، کوئی ہمیں پیار سے دیکھتا تھا، اللہ فرمائے گا پھیل جاؤ اور جس جس کو چاہو، اپنے ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ، مجھے بتاؤ یہاں آنے کا فائدہ ہوگا کہ نہیں نبی پاک ﷺ کی حدیث "شفاعتی حق لمن یو من بہ" میری سفارش حق میں ہے مگر اس کیلئے جو اس پر ایمان رکھتا ہے، وہ جو ایمان لے کر آیا ہے وہ کامیاب ہوگا، دوسرا کامیاب نہیں ہوگا۔ اہل سنت میں اس کو کہتا ہوں۔ سنی وہ ہے جس کے پاس شک نہ ہو۔ اور جس کے پاس شک ہے وہ پورا سنی نہیں یہ چیلنج میرا نوٹ کرلیں۔ میں اس دربار میں برکت کیلئے اپنا نام پکار رہا ہوں، فخر کیلئے نہیں، میرا نام کوکب نورانی اوکاڑوی ہے۔ میرے والد صاحب کا نام حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ کلمہ پڑھتا ہوں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ان شہزادوں کو گواہ بناتا ہوں اور پوری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں۔ چھ سمتیں ہیں، اوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے۔ یہ شش جہات میں دنیا کو کہو گھوم جائے۔ سوائے سنیوں کے کہیں کوئی ولی دکھا دے۔ محی الدین غوث اعظم کا لقب، معین الدین خواجہ اجمیری کا لقب، بہاؤالدین خواجہ نقشبند کا لقب، شہاب الدین خواجہ سہرورد کا لقب، پھر سنیں!

محی الدین ہمارے پاس، معین الدین ہمارے پاس، بہاؤالدین ہمارے پاس، شہاب الدین ہمارے پاس، قطب الدین، مزید الدین، علاؤالدین، مصلح الدین یہ سب ہمارے پاس ہیں تو پھر مجھے کہنے دو کہ دین بھی ہمارے پاس ہے دین والے بھی ہمارے پاس ہیں، ولایت ولی ہونا یہ اللہ کا انعام ہے اور انعام دشمنوں کو نہیں دیا جاتا۔ دوستوں کو دیا جاتا ہے۔ اللہ نے جتنے بھی ولی بنائے سنیوں میں بنائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل سنت سچے ہیں۔ ورنہ کہیں اور پھر کوئی ولی ہوتا۔ مگر کہیں نظر آتا نہیں۔

یہ علی پور کا خطہ بظاہر اطراف میں دیکھو تو جنگل نظر آتا ہے۔ اور کوئی کشش نہیں۔ یہاں کوئی میلہ لگا کر اتنے بندے تو جمع کرو، جو خود کرایہ خرچ کر کے آئیں گے۔ خود عقیدت لے کر آئیں، پھول پیش کریں، یہ دھکے کھا کر بھی نام اسی کا پکاریں گے۔ یہ کیوں ہے؟ ارے یہی تو آپ کی کمائی ہے۔ اور یہی آپ کے کام آئے گی۔ سنیں کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط

باتیں کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں وہ لفظ لکھے ہیں کہ جن کو اپنے منہ پر لاتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ کوئی حلوے مانڈے کا جھگڑا نہیں، ان کی جائداد کا مسئلہ نہیں، نبی ﷺ کی عزت کا مسئلہ ہے۔ جو لوگ میری نبی کے خلاف باتیں کریں، قرآن کے خلاف باتیں کیا کریں، کیا آپ ان کو مسلمان مانیں گے۔؟ (نہیں) نہیں تو آؤ میر ساتھ مل کر اللہ کا شکر ادا کرو کہ جس نے ہمیں انسان بنایا، اگر وہ جانور بنا دیتا، ہم کیا کر لیتے، سب سے پہلے شکر کرو کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ مگر کتنے انسان نما لوگ ہیں، اللہ فرماتا ہے۔ " اولئك كالانعام بل هم اضل " یہ تو جانوروں جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، تو اللہ کا شکر کرو کہ اس نے انسان بنا کر مسلمان بنایا۔ اب مسلمان کہلانے والوں میں کتنے ہیں، کوئی کدھر ہے کوئی کدھر ہے اور زیادہ شکر کرو کہ اس نے ہمیں اہل سنت و جماعت بنایا۔

توجہ سے سنیں!

میں نے آپ کو یہ بتایا کہ ہم اللہ کا اور شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اہل سنت و جماعت بنایا، ہم اللہ کو بھی مانتے ہیں، نبی کو بھی مانتے ہیں، صحابہ، اہل بیت، ازواج، اولیا کو بھی مانتے ہیں اور جیسا ماننا چاہئے ویسا مانتے ہیں۔ اب دو تین باتیں عقیدے کی سن لیں۔ جو موضوع مجھے دیا گیا

ہم لوگ اہل سنت و جماعت جو عقیدے رکھتے ہیں وہ قرآن و سنت کے مطابق ہیں ہمارا کوئی عقیدہ ہرگز قرآن و سنت کے خلاف نہیں، اب دو تین باتیں کڑوی۔ ہمارے کس پیر نے حکم دیا ہے کہ عورت ننگے سر یا انسان ایسا لباس جس میں اس کا جسم نظر آتا ہو، پہنے۔ کیا کسی پیر نے حکم دیا۔ کسی عالم نے حکم دیا (نہیں)۔ کس پیر نے حکم دیا کہ ننگے سر یا بغیر محرم کے یا بغیر پردہ کے مزار پر جاؤ کسی نے حکم دیا؟ کس پیر نے حکم دیا کہ مزار پر بھنگڑے ڈالو۔ کس نے حکم دیا درخت کے ساتھ تالے باندھو، کس پیر نے حکم دیا کہ درختوں سے دھاگے باندھو؟ تو پھر ہمیں کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟ کسی ایک نے کہا تو اٹھ کر کر بتا دیں مجھے۔ حضرت پیر لاثانی نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف بات سنائی۔ ان کو یہ عزت نہ ملتی، اگر وہ شریعت کے پابند نہ ہوتے۔ وہ نبی کی اولاد ہیں۔ ان پر تو زیادہ ذمہ داری تھی اور انہوں نے اس کو پورا کر کے دکھایا۔ آج دنیا ان کا سکہ مان رہی ہے۔ اس لئے تو لاثانی ہیں۔ کوئی اور ان سا نہیں، توجہ، ہمارے کس پیر نے سنایا کہ نشہ کرو، کوئی ایک اٹھ کر بولے۔ یہ جتنے بھنگ پیتے ہیں، چرس پیتے ہیں، یہ دشمنوں نے بٹھائے ہیں، مزاروں کو بدنام کرنے کیلئے۔ نہ مزار والے ان سے خوش ہیں نہ ہم اہل سنت۔ ہمارے کس پیر نے کسی کی اولاد کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کی تعظیم نہ کرو۔ کس پیر نے حکم دیا ہے کہ نماز نہ پڑھو، روزہ نہ رکھو، بلکہ ہماری درگاہوں سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے آپ کو سچا مرید نہ جانے۔ جواب دیں، کیا کبھی ہم نے کوئی غلط بات سکھائی۔ سنیں، دوسرے تمام 72 باطل فرقوں نے، ان کی شاخوں نے، ان کی کتابوں نے، ان کے مدرسوں نے، ان کے پورے تبلیغی ریوڑ نے، ساری دنیا میں زور لگا کر دیکھ لیا، ان کو اندازہ ہو گیا کہ ہر کوئی بک سکتا ہے، مگر جو کسی ولی کا ہو جائے وہ بک نہیں سکتا ہے۔ آپ کو وہ بدلنا چاہتے ہیں، آپ کے یقین کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ میں پوری دنیا پھر چکا ہوں۔ اور یہ تجربہ کر چکا ہوں۔ اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج ایمان اسی کا بچا ہوا ہے۔ جس کا تعلق کسی ولی سے قائم ہے۔ ورنہ دوسرے کئی بدل گئے۔ دوسروں کا کوئی حال نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی بھی ہیں صحابی بھی ہیں۔ جب یزید کو ضرورت پڑی ان سے بیعت لینے کی۔ یہ مکہ میں تھے۔ تو ان کے پاس آدمی بھیجے کہ جاؤ۔ انہوں نے جو جواب دیا میں وہ سنانا چاہتا ہوں۔ میرے نبی کے صحابی نے کہا، انہوں نے کہا اے میری بیعت کو آنے والو! یزید سے جا کر کہہ دو کہ، میں بوڑھا ہوا ہوں، میرا ایمان بوڑھا نہیں ہوا۔ اور آج میں آپ کو اس دربار سے ایک پیغام دینا چاہتا ہوں۔ یہاں ہر وہ شخص جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا، ان کے دیکھنے والوں کو دیکھا، ان کے شہزادوں کو دیکھا، ان کے جانشینو سنو! آج تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو سنی بناؤ۔ ان کو ان کے عقیدے بتاؤ، درباروں کا ادب سکھاؤ۔ تا کہ ان کو پتا چلے کہ ان کو جو نورانیت ملی تو کیسے ملی۔ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے، اگر آپ کو نہیں معلوم تو حضرت صاحب کے پاس آؤ۔ یہ آپ کو بتائیں گے۔ بیوی کو بچوں کے گھر سے باہر بعد میں نکالنا پہلے ان کو سنی بناؤ۔

اب ایک بات اور، ہم اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا کرتے نہیں۔ نہ نبی کی، نہ ولی کی، نہ کسی مزار کی، نہ کسی جگہ کی، ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت، پوجا پرستش Worship کرتے نہیں۔ مزاروں پر آتے ہیں اللہ والوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں؟ تعظیم عربی کا لفظ عزت سمجھ لیجئے۔ عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ والے ہیں۔ اور ثبوت کہاں سے قرآن سے ملا۔ اللہ فرماتا ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا ہوں، سنیوں کے نصیب پر خوش ہوتا ہوں۔ اے سنیو! تم لوگ وہ ہو تمہارے دل سے متقی ہونے کی گواہی اللہ دے رہا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں، جن کو اپنا تقویٰ دکھانا پڑتا ہے۔ وہ کان میں مسواک لگائے ہوتے ہیں۔ آدھی پنڈلی تک اپنے پائنچے چڑھائے ہوتے ہیں۔ اور دور سے لگنا چاہتے ہیں کہ کوئی ہمیں دیکھ کر کہے کہ بڑا متقی آ رہا ہے، ان کو ثابت کرنا پڑتا ہے، حالانکہ تقویٰ ان کے پاس سے گزرا

نہیں۔اور یہ سنی کون ہیں۔جو اللہ والوں کی،اللہ کے پیاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔رب فرماتا ہے،میں رب ہو کر گواہی دیتا ہوں، یہ صرف متقی نہیں، یہ دل سے متقی ہیں۔اندازہ کریں آپ۔اور آپ کو کیا چاہیے۔جب رب آپ کو فرمائے یہ دلوں کا تقویٰ ہے،یعنی یہ وہ تقویٰ والے ہیں،جن کے دل میں تقویٰ موجود۔قرآن کی گواہی۔ہم ان جگہوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ہرگز عبادت نہیں کرتے۔مزار کو بوسہ دینا جائز ہے۔نہ شرک ہے،نہ بدعت ہے،نہ حرام ہے،نہ ناجائز ہے۔کیا ہے جائز،مگر ایک بات کرنے دو۔مزار کو پوجنے والا جب اپنے ہونٹ اللہ والے کے مزار پر لگاتا ہے۔اس پر ایک ذمہ داری آجاتی ہے،کہ تیرے ہونٹ برکت والی جگہ پر لگ گئے ہیں۔اب ان ہونٹوں سے جھوٹ نہ بولنا۔اب ان ہونٹوں سے گالی نہ دینا۔ارے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو ہاتھ نبی کے ہاتھ میں دے دیا فرماتے ہیں،وہ ہاتھ کبھی ناف سے نیچے نہیں لگایا۔کیونکہ یہ ہاتھ نبی کے ہاتھ کو لگ چکا ہے۔ادب سکھایا ہے انہوں نے۔ہم اللہ والے کے ہاتھ میں جب ہاتھ دے رہے ہیں،قرآن فرماتا ہے،حقیقت میں تو اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہے ہیں۔آپ نے یہ آیتیں سنی ہوں گی۔علما نے سنائی ہوں گی،کہ پیر سے بیعت حقیقت میں کس سے بیعت ہے؟اللہ سے بیعت۔بیعت کے معانی بک جانا۔کیا مطلب ،آپ نے اپنا ارادہ،اپنی رضا اللہ کے لئے بیچ دیا اس کو۔اب جو پیر کہے گا وہ ماننا ہے،تو جب آپ نے یہ سودا کر لیا تو پھر اپنی مرضی چل سکتی نہیں۔اور وہ پیر نہیں۔جو شریعت اور سنت کے خلاف بات کرے۔وہ پیر ہو سکتا نہیں۔اور پیر جاہل بھی ہو سکتا نہیں۔یہ جتنے جاہل پیر ہیں،میرا جملہ سن لو وہ پیر نہیں ہیں۔وہ سارے منگل ہیں۔پیر تو فارسی زبان کا لفظ،بڑے کو کہتے ہیں۔چونکہ یہ رتبے میں بڑے اس لئے ان کو پیر کہا جاتا ہے۔کیوں دھیان سے سننا۔پیر جب کسی کو مان لیا۔تو وہ پیر ہے۔اب اس کی توہین کرنی نہیں،بے ادبی کرنی نہیں،اس کو ناراض کرنا نہیں۔ہم نے تو صوفیا کی تعلیمات میں پڑھا لحوم الاولیاء مظموعۃ۔اولیا کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں۔اگر ان کے خلاف کوئی بات کر دی،ہو سکتا ہے یہاں پر ڈھیل مل جائے۔لیکن جب پکڑتے ہیں تو یہ لوگ چھوڑتے نہیں ہیں۔کیونکہ یہ اللہ کے پیارے ہیں۔ان کے بارے میں برا سوچنا بھی نہیں۔مرید ہو گئے،تو اب اپنا ارادہ ختم۔جعلی پیر پیر ہوتا نہیں۔یہ جتنے بنے ہوئے ہیں،دکانیں کھولی ہوئی ہیں وہ ان آستانوں سے وابستہ نہیں۔شریعت سے وابستہ نہیں۔ہم اہل وسنت و جماعت کسی خلاف شریعت وسنت بات کی حمایت کر سکتے نہیں۔کوئی ہوا میں اڑ کر دکھائے،پانی پہ چل کر دکھائے،اگر اس کا عقیدہ درست نہیں۔تو اس کو ہم ولی مان سکتے نہیں۔آپ نے یہ بات میرا خیال ہے سینکڑوں بار سنی ہو گی۔سلطان العارفین حضرت سیدنا طیفور بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ یہ جو سلسلہ نقشبندیہ ہے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس کو کہا جاتا تھا صدیقیہ،حضرت بایزید کی نسبت شامل ہو گی۔ان کا نام تھا طیفور تو پھر اس کو پکارا گیا طیفوریہ،پھر اس کے بعد حضرت عجدوانی کی نسبت شامل ہوئی۔تو 'خواجگانیہ' پکارا گیا۔پھر خواجہ نقشبند سے اس کو نقشبندیہ پکارا گیا۔حضرت سلطان العارفین سیدنا بایزید بسطامی (ایران کا شہر ہے بسطام) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے آپ خلیفہ ہیں کیا شان ہے۔وہ فرماتے ہیں،وہ کہتے ہیں میری روح نے 7000 سال عالم ارواح میں پرواز کی مجھے شان مصطفیٰ ﷺ کی حد معلوم نہیں ہوئی۔یہ مشہور بات کہ حضرت کے پاس ایک شخص 12 سال رہا۔پھر جانے لگا تو آپ نے پوچھا کیوں جا رہے ہو۔اس نے کہا کہ شہرت سن کر آیا تھا کہ آپ بڑے ولی اللہ ہیں۔میں کرامت دیکھنے آیا تھا۔میں نے 12 سال کوئی کرامت نہیں دیکھی ۔آپ نے فرمایا،تیرے نزدیک کرامت کیا ہے؟ہوا میں اڑنا کرامت ہے تو چڑیاں اڑ رہی ہیں۔کبوتر کوے اڑ رہے ہیں۔اگر پانی پر چلنا کرامت ہے،تو مگرمچھ چل رہے ہیں۔مینڈک رہتے ہیں۔ان کو ولی مان۔بطخ چل رہی ہے اس کو مان۔یہ کرامت نہیں۔سن!تو میرے پاس بارہ سال رہا ہے۔تم نے مجھے صبح بھی دکھا،شام بھی دیکھا ہے۔دن بھی دیکھا،رات بھی دیکھا ہے۔یہ بتا ،مجھے تنہائی میں،محفل میں،جب بھی دیکھا ہے،میں نے شریعت وسنت کے خلاف کوئی کام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل،ہر ادا سنت کے مطابق ہے۔فرمایا،اس سے بڑی کرامت کیا چاہتا ہے۔کربلا میں امام عالی مقام جو ولیوں کے بادشاہ ٹھوکر مارتے تو پانی کے چشمے جاری ہو جاتے۔ہوا کو حکم دیتے تو آندھی آتی جو یزیدی فوج کو اڑا کر لے جاتی۔مگر انہوں نے مجھے اور آپ کو استقامت سمجھائی۔الاستقامت علی الحق خیر من الف کرامۃ کہ حق پر ثابت قدم ہونا یہ ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔بائیس ہزار یزیدی لشکر،ان کے ظلم و ستم امام کو جھکا سکے نہیں۔اس سے زیادہ اور کرامت کیا چاہیے۔آپ کے ہاں کوئی ایک میت رکھی ہو،آپ دشمن سے سودے بازی پر تیار ہو جائیں گے۔وہاں پورا کنبہ لٹا دیا،یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔یہ حق پر ثابت قدمی ہی کی سب سے بڑی کرامت ہے۔اور آج پوری دنیا اہل سنت کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔آپ کسی کو یہ خوش فہمی نہ ہو نہیں جی وہ وہابیوں کے خلاف،وہ دیوبندیوں کے خلاف ہیں،وہ سپاہ صحابہ کے خلاف ہیں،لشکر طیبہ کے خلاف ہیں،وہ تمہارے دوست نہیں ہیں۔ان کو تم سے بھی خطرہ ہے اور کیوں خطرہ ہے؟۔انہیں پتا ہے یہ ایک نعرہ لگاتے تھے تو دشمنوں کے قلعے توڑ کر رکھ دیتے تھے۔میں نے اپنے بزرگوں کا چشم دید واقعہ سنا۔آپ کو سنا دیتا ہوں۔میرے بزرگوں نے دیکھا ہے امرتسر کا واقعہ،وہاں

سکھوں کو لوٹا بھر کر۔ کسی کو پانی سے کسی کو مٹی سے، یاعلی کا نعرہ لگا کر جس سکھ کو، ہندو کو مارتے وہ مر جاتا۔ انگریز دور تھا۔ شہرت ہو گئی مسلمانوں نے لوٹا بم ایجاد کیا ہے۔ ادھر انگریزوں کو رپورٹ پہنچی، بم کا نام سن کر وہ فوراً آئے۔ کون سا بم۔ اس نے لوٹا دیکھ کر کہا، اس سے بندہ تو نہیں مر سکتا۔ وہ بولے مرے پڑے ہیں۔ انگریز نے کہا ان سے کہو میرے سامنے پھینکے۔ ادھر مسلمان نے لوٹا بھرا "یاعلی" کا نعرہ لگا کر سکھ کو مارا وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ انگریز کا بیان سنو۔ کچی بات نہیں، چشم دید واقعہ بزرگوں کا۔ اس نے کہا مجھے پتا چل گیا ہے یہ لوٹا (یہ شخص) نہیں مارتا یہ "علی" مارتا ہے۔ تو تمھارا یہ نعرہ لگانا ان پر بھاری پڑتا ہے۔ سنو یاد رکھو تمھارے عقیدے قرآن وسنت کے مطابق، ہم "یا" کہہ کر پکارتے ہیں ہمارے پاس قرآن میں ثبوت موجود۔ ہم مدد مانگتے ہیں ثبوت موجود۔ اور میں تو ٹیلی ویژن پر کتابیں دکھا چکا ہوں اٹھا کر۔ ان لوگوں کے پاس جواب نہیں ہیں۔ اگر موقع ہوتا تو میں آپ کو ایک ایک حوالہ سناتا۔ قرآن کی آیتیں اور حدیثیں سناتا۔ ہمارا اللہ والوں سے مدد مانگنا اس لیے نہیں کہ یہ خود دیتے ہیں۔ نہیں۔ ان کو دینے والا رب نے بنایا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما آتکم الرسول فخذوہ۔ (جو میرا رسول دے لے لو) اگر رسول دیتا ہی نہیں رب کیوں فرما رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے رب فرماتا ہے ھذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب۔ (یہ ہماری عطا ہے۔ جس پہ چاہو احسان کرو جس سے چاہو روک لو تم سے کچھ حساب نہیں) وہ مانتے نہیں، ہم جھولی پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں

تمھیں سے مانگیں گے تم ہی دو گے
تمھارے در سے ہی لو لگی ہے
یہ سب تمھارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

وہ مانتے نہیں۔ جب مانتے نہیں تو مانگتے نہیں۔ اور ہماری تو جھولی بھری ہوئی ہے ہم پکارتے ہیں آؤ یہاں ملتا ہے۔ مگر یاد رکھو کوئی نبی، ولی حقیقی مستعان نہیں۔ مستعان کا مطلب حقیقی طور پر مددگار خود سے نہیں۔ انھیں مددگار اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ آج اسٹیکر چھاپتے ہیں "اللہ ہی کافی ہے" کس سنی نے انکار کیا ہے۔ مگر یہ اللہ کو کافی مانتے ہیں؟ میرا سوال ہے جو اسٹیکر چھاپتے ہیں 'اللہ کافی ہے' کیا تم اللہ کو کافی مانتے ہو؟ میرے حضرت صاحب کرمانوالا والے رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا، 'اللہ حاظر و ناظر ہے'۔ فرمایا تو اللہ کو حاظر و ناظر مانتا ہے۔ آگے سے وہ بول سکا نہیں۔ ہم نبی ﷺ کو جسمانی طور پر حاظر و ناظر نہیں روحانی طور پر مانتے ہیں۔ جس طرح سورج کا ایک جسم مگر روشنی ہر جگہ۔ تو میرے نبی آسمان نبوت کے آفتاب ہیں۔ اپنے جسم اطہر کے ساتھ مدینہ میں ہیں، اپنی روحانیت کے ساتھ ہر مومن کے سینہ میں ہیں۔ میرے نبی ﷺ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی مدد کر سکتا تھا تو برطانیہ نے، امریکہ نے، عراق میں، افغانستان میں بمباری کی غوث پاک نہیں بچا سکے۔ اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے کہا بیت المقدس پہ یہودیوں نے قبضہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر کیوں نہیں بچایا۔ ولیوں کو رکھو ایک طرف اللہ تعالیٰ کے گھر پر حملہ ہوا اس نے کیوں نہیں بچایا۔

سنو! جب ایران عراق کی جنگ ہوئی تھی۔ میں 1987 میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا تھا۔ غوث پاک کے مزار کے پاس سجادہ نشین نے خود مجھے دکھایا کہ تین مزائل غوث پاک کا مزار شریف گرانے کے لیے گرائے گئے۔ انہوں نے دکھائے وہ کھڈے بنے ہوئے۔ تینوں کے تین گرے لیکن کوئی بھی پھٹا نہیں۔ عراق نے جو حملہ کیا تو غوث پاک کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ یہ جو حالات ہیں یہ میری تمھاری کمزوری ہے۔ اس وقت عراق کے لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس وقت 50 دنیا کے ملک جب کعبہ کا کوئی محافظ نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے تھے۔ آج ایک ارب سے زیادہ مسلمان ہیں ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ تم غوث پاک پر اعتراض کر سکتے نہیں۔ ورنہ میرے پاس دس سوال ہیں ان کا جواب دے دو۔ کعبہ میں ۳۶۰ بت پڑے رہے، کتنا عرصہ پڑے رہے؟ اللہ تعالیٰ نے کیوں نہیں بچایا اپنے گھر کو۔ میں بھی سوال کروں گا۔ یہ غوث پاک پر اعتراض ہو سکتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کو کافی کہنے والے اللہ تعالیٰ کو کافی نہیں مانتے۔ یہ ڈاکٹر کے پاس بھی جاتے ہیں وکیل کے پاس بھی جاتے ہیں۔ جس کے پاس بھی جائیں۔ ان کے عقیدے میں فرق نہیں آتا۔ تو یہ جتنے لوگ بھی ہیں یہ تمھیں بہکانا چاہتے ہیں۔ راہ ہدایت سے تمھیں ہٹانا چاہتے ہیں۔ آج دو راستے ہیں ایک یہ کہ میں آپ کو سمجھا دوں کہ ایسا کرو اس طرح کرو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ یا آپ کو کہوں کہ میرے ساتھ چل پڑو، جدھر میں جا رہا ہوں، ادھر لے جاؤں گا۔ دو ہی طریقے ہیں نا۔ ایک یہ کہ سمجھا دوں، ایک یہ کہ کہوں گاڑی جا رہی ہے بیٹھ جاؤ پہنچ جاؤ گے۔ تو آپ کے لیے دونوں راستے ہیں۔ جس کو خود جانا ہے اس کو سمجھا دیتے ہیں۔ جس کو ساتھ جانا ہے اس کو ان سے ملا دیتے ہیں۔ انہوں نے پار لگنا ہے جو ساتھ ہو جائے گا جدھر یہ جائیں گے ادھر وہ بھی پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ایمان لاؤ اللہ والوں کی طرح"۔ صحابہ کی طرح، ان پیاروں کی طرح تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ میں صرف ہدیہ پیش کرنے آیا تھا ان (صاحبزادگان) کی نوازش ہے کہ آپ کی زیارت کا موقع ملا۔ گفتگو جس طرح میں پھیلاتا ہوں اس طرح نہیں پھیلائی۔ لیکن آخری پیغام یہی ہے کہ سنو! دکان جاتی ہو چلی جائے، مکان جاتا ہو چلا جائے، سامان جاتا ہو چلا جائے، جان جاتی ہو چلی جائے، لیکن ایمان نہ جائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

☆☆☆☆

قفس قادیانیت سے آقا ﷺ کے قدموں تک

محمد طاہر عبدالرزاق

وہ ایک گھرانے میں پیدا ہوا۔شعور کی آنکھ کھولی تو ہر طرف قادیانی ہی نظر آئے۔ ماں قادیانی، بھائی قادیانی، بہنیں قادیانی، دادی قادیانی، چچا قادیانی، پھوپھا قادیانی، غرض کہ دور دور تک رشتہ داروں میں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا تھا وہ بھی اس ارتدادی اور زندیقی ماحول میں پروان چڑھتا گیا اور قادیانی عقائد اس کے قلب و ذہن میں اترتے چلے گئے۔ چودہ سال کی عمر کو پہنچنے تک وہ مکمل قادیانی بن چکا تھا بلکہ اب وہ اپنے ہم عمروں کو گھیر کر اپنے کفر یہ پروگراموں میں لیجاتا اور انہیں قادیانی بنانے کی کوششیں کرتا۔ عرفان محمود برق کو بچپن سے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ وہ قادیانیت کے علاوہ دیگر موضوعات کو بڑی رغبت سے پڑھتا اور اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ رکھتا۔

اس کی زندگی کا اہم موڑ جس نے اسے خالی الذہن ہوتے ہوئے، سوچنے، ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوع کو پڑھنے پر متوجہ کیا وہ اس کے محلہ داروں کا اس کے اور اس کے گھر والوں سے سخت رویہ تھا۔ اس کے ہمسائے کسی بھی موقعہ پر ان کے گھر کوئی چیز نہ بھیجتے۔ اگر وہ کسی ہمسائے کے ہاں کوئی چیز بھیجتے تو ہمسائے اسے واپس کر دیتے محلہ میں کوئی بھی ان کی خوشی غمی میں شامل نہ ہوتا۔ اگر وہ محلہ میں کسی کی خوشی غمی میں شامل ہونے کی کوشش کرتے تو انہیں نکال دیا جاتا تھا اس کی دادی اور دادا آنجہانی ہوئے تو محلے کا کوئی شخص بھی ان کی شکل تک دیکھنے کو نہ آیا۔ لوگ اس گھر والوں کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور بعض جذباتی مسلمان گزرتے ہوئے ان کے مکان کی طرف منہ کر کے زور سے تھوکتے۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ان کا گھر گھر نہیں بلکہ فلیتھ ڈپو ہے مسلمانوں کا یہ رویہ اسے جھنجھوڑتا اور اس کے دل پر زور زور سے دستک دیتا۔ وہ خود بھی سوچتا کہ وہ لوگ جو ان سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ وہ انتہائی شریف اور با اخلاق لوگ ہیں لیکن ان کے لئے بڑے متشدد ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

عرفان محمود برق کے دل نے ایک انقلابی فیصلہ کیا اور اس نے تحفظ ختم نبوت اور تردید قادنیت کے موضوعات پر مطالعہ کر دیا اس دوران اس کا راقم الحروف سے بھی رابطہ ہو گیا۔ وہ کتب کی تلاش میں سرگرداں میرے گھر پہنچ گیا۔ راقم نے اسے مطالعہ کے لئے بہت سی کتب مہیا کیں۔ عرفان نے باقاعدگی سے خوب ڈوب کر مطالعہ شروع کر دیا مطالعہ کیلئے بہت سی کتب مہیا کیں۔ عرفان نے باقاعدگی سے خوب ڈوب کر مطالعہ شروع کر دیا مطالعہ سے عرفان محمود برق کی آنکھیں وا ہوتی گئیں۔ دل کی گرہیں کھلتی گئیں اور وہ تہہ در تہہ حیرت میں اترتا گیا۔ اس کے قلب و ذہن میں جہاں مرزا قادیانی چوکڑی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس کے سر پر ختم نبوت کے دلائل کے آہنی گرز پڑے تو مرزا قادیانی چیختا چلاتا بھاگ گیا۔ وہ سیرت النبی ﷺ پڑھتا گیا اس کی سیرت سنورتی گئی۔ آنکھوں میں اسلام کی چمک آ گئی۔ دل معطر ہو گیا۔ پورے بدن میں ایمان کی خوشبو پھیل گئی۔ اسے نیا جنم مل گیا نئی زندگی مل گئی اس نے قادیانیت پر لعنت بھیج دی اور ختم نبوت کی چوکھٹ کو چوم کر اسلام کے چمنستان میں داخل ہو گیا۔ ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہ کہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے، الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بدر کے دن مقتول نہ کیا۔ عرفان محمود برق بھی یہ سوچ کر لرز جاتا کہ اگر اسلام لانے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جاتی تو آج وہ بھی مرزا قادیانی کے ساتھ جہنم میں جلتا ہوتا۔ جہاں سے کبھی بھی اس کی رہائی نہ ہوتی۔

عرفان محمود برق کو اپنے ماضی پہ بڑا تاسف ہوتا۔ وہ اپنی کوتاہ عقلی پر آنسو بہاتا کہ وہ ایک ایسے شخص کو نبی مانتا رہا ہے۔ جسے ایک شریف آدمی بھی نہیں مانا جاسکتا۔ وہ ایک ایسے بدفطرت اور بدکردار کو مسیح موعود اور امام مہدی مانتا رہا ہے۔ جو کسی دفتر میں چپڑاسی ہونے کے بھی قابل نہ تھا۔

مولانا لال حسین اختر کی طرح وہ بھی قادیانیت سے ماضی کا حساب چکانے کیلئے میدان مین کود پڑا۔ اس نے تحفظ ختم نبوت کے کام کا بیڑا اٹھالیا۔ جب اس کے گھر والوں کو اس کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی تو پوری برادری میں کہرام مچ گیا۔ لیکن وہ چٹان کی طرح ڈٹ گیا۔ اس کا بائیکاٹ کیا گیا۔ کالج کی فیس روک دی گئی۔ باپ نے سائیکل چھین لیا۔ جائیداد سے عاق کردینے کر دینے کا اعلان ہوگیا۔ تشدد کیا گیا سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئیں لیکن اس کے استقلال میں کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ صحابہ کرام کے حالات پڑھ کر اپنے ایمان کو تقویت دیتا کہ صحابہ کرام پر کیا کیا قیامتیں ٹوٹ پڑی تھیں۔ میرے حالات تو ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ عزیز واقامت کے چھوٹ جانے پر کبھی کبھی اس پر اداسی چھاجاتی اور اسے یوں معلوم ہوتا جیسے وہ لق ودق صحرا میں تنہا کھجور کے درخت کی طرح کھڑا ہے۔ لیکن ہمارے تحفظ ختم نبوت کے مجاہد اسے سگے بھائیوں سے بڑھ کر پیار دیتے اور اسے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دیتے۔ ہمارے دوستوں نے عرفان سے اس کی مثال زندہ کردی۔ جو انصار نے مہاجرین کے ساتھ کیا تھا۔

عرفان محمود برق کے مسلمان ہونے کے بعد اس کے والد نے بڑے بڑے مربیوں کو بلا کر اسے قادیانیت میں واپس لانے کی سرتوڑ کوششیں کیں لیکن وہ مناظر میں ہر مربی کو چاروں شانے چت گرادیتا اس کے دلائل کے سامنے مربیوں کو سانپ سونگھ جاتا اور وہ یوں چپ ہوجاتے جسے لبوں پر مہر سکوت لگا دی گئی ہو جب درجنوں قادیانی مربی تہس نہس ہوگئے تو ایک دن اس کا والد لاہور کے سب سے بڑے مربی کو بلالایا مناظرہ شروع ہوا عرفان محمود برق نے مربی سے پہلا سوال کیا" آپ کبھی سینما گئے ہیں؟"

سنیما دیکھنے تو عیاش اور بدمعاش لوگ جاتے ہیں میرا کیا کام۔ مربی نے جواب دیا۔ عرفان محمود برق نے اسے فوراً مرزا قادیانی کے نام نہاد صحابی مفتی محمد صادق کی کتاب ذکر حبیب دکھائی جس میں لکھا تھا کہ مرزا قادیانی سنیما دیکھنے جاتا تھا یہ حوالہ دیکھ کر مربی کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ہونٹ خشک ہوگئے ۔ ماتھے پر پسینہ آگیا۔ وہ اٹھا اور عرفان کے والد سے کہنے لگا یہ کیس بہت خراب ہوگیا ہے اور آپ کا بچہ ناقابل اصلاح ہے۔ یہ کہا اور چیف مربی دم دبا کر بھاگ گیا۔

عرفان محمود برق صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل پیرا ہے کہ صحابہ کرام صرف خود ایمان لاکر خاموش نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ سیدنا بلکہ اپنے عزیز واقارب اور قبیلے والون کی دعوت اسلام پہنچانے میں سرگرم ہوجاتے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد نبی کریم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! میرے ذمہ کیا کام؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر جو میرا کام وہی تیرا کام۔ دعوت وتبلیغ میرا کام اور یہی تیرا کام۔ عرفان محمود برق نے بھی مسلمان ہونے کے بعد گھر سے تبلیغ کا آغاز کیا۔ اس نے اللہ کے فضل سے اپنی والدہ کو مسلمان کیا۔ ایک بھائی عمران محمود کو مسلمان کیا۔ باقی خاندان کے بہت سے افراد کی جڑیں ہل گئیں ہیں۔ ان میں احساس ندامت اٹھ رہا ہے۔ مرزا قادیانی اور قادیانیت کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ جس روز لاہور کے شیخ زید ہسپتال میں اس کی والدہ کا انتقال ہوا۔ تو اس نے کمال دانشمندی سے سارے اہل خانہ کو کمرے سے نکال دیا۔ والدہ کی حالت تشویشناک تھی۔ اس نے والدہ کو اس وقت اسلام کی پھر کی تلقین کی اور پھر والدہ سے کہا کہ آپ اپنے عقیدے کا اظہار کردیں تاکہ میں آپ کے ایمان کا گواہ ہوجاؤں۔

والدہ نے کہا کہ اس نے قادیانیت سے توبہ کرلی ہے۔ اور حضور ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتی ہے۔ مرزا قادیانی کافر تھا اور اس کو ماننے والے کافر ہیں۔ پھر والدہ نے دعائیہ انداز میں کہا کہ اللہ پاک تیرے ابو کو بھی ہدایت عطا کرے۔ اس سے دو گھنٹے بعد والدہ کا انتقال ہوگیا۔ میت گھر پہنچی۔ ساری قادیانی برادری اکٹھی ہوگی۔ قادیانی مربی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے فون کردیا گیا۔ قادیانی قبرستان میں قبر کا بندوبست ہونے لگا۔ لیکن یہاں عرفان محمود برق اور اس کے بھائی عمران محمود نے بڑی جرات اور ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیا۔

انہوں نے سارے قادیانیوں کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ مرحومہ کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ صرف مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ راقم اور ہمارے مجاہدین ساتھی بھی اس کے گھر پہنچ گئے۔ قادیانی مرحومہ کی میت کو مسلمانوں کو دینے کو تیار نہ تھے۔ اور وہ

کسی دجل وفریب کے ذریعے میت کو اپنے مرکز پہنچانے کے لئے پر تول رہے تھے۔لیکن ہمارے بہادر ساتھیوں نے موقعہ کی نزاکت کو خوب بھانپ لیا اور ایک پلاننگ کے تحت کمانڈو ایکشن کر کے مرحومہ کی چار پائی اٹھالی۔قادیانی ہاتھ ملتے رہ گئے۔اہل محلہ کو پتہ چلا کہ یہ خاتون مسلمان ہوگئی تھی۔تو مختصر وقت میں اہل علاقہ کی ایک کثیر تعداد ہمارے ساتھ ہوگی۔جنازے کا بڑا لمبا جلوس بن گیا۔علاقہ کی مسجد سے ملحقہ وسیع باغ میں مرحومہ کی نماز جنازہ عظیم مجاہد ختم نبوت مولانا غلام حسین کی کلیالوی مدظلہ نے پڑھائی۔نماز جنازہ سے قبل راقم نے کھڑے ہو کر زوردار آواز میں اعلان کیا کہ یہ خاتون مسلمان تھی۔اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔قادیانی کافر مرتد اور زندیق ہیں۔لہذا کوئی قادیانی جنازہ میں شریک ہونے کی جرات نہ کرے۔کچھ قادیانی چھپ کر صفوں کھڑے ہوگئے تھے۔لیکن اعلان سن کر خوف سے تتر بتر ہو گئے مسلمانوں نے نمازہ جنازہ پڑھی اور مرحومہ کو یونیورسٹی انجینئرنگ ٹیکنالوجی لاہور کے سامنے بدھو آوا قبرستان میں دفن کیا گیا۔اس وقت عرفان محمود برق مجھے فاتح جرنیل لگ رہا تھا۔جو ایک لمبی جنگ لڑنے کے بعد اپنی والدہ کو کفار کے چنگل سے لایا تھا۔حضرت ابو ہریرہ کو ایمان لانے کے بعد اپنی والدہ کے ایمان کی مزید فکر رہتی تھی انہوں نے حضور ﷺ سے والدہ کا تذکرہ کیا اور دعا بھی کرائی۔اللہ پاک نے فضل فرمایا اور جناب ابو ہریرہ کی والدہ ایمان لے آئیں۔عرفان محمود برق کو بھی اپنی والدہ کا غم شدت سے کھائے جارہا تھا۔وہ اکثر میرے ساتھ والدہ کا تذکرہ بڑی فکرمندی سے کرتا۔دو سال تک اس نے والدہ کے قلب وذہن پر محنت کی۔آخر اس کی دعائیں اور فکرمندی رنگ لائی۔اور اللہ کے فضل سے وہ مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔والدہ کی وفات کے ایک دن بعد عرفان محمود برق نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا۔جو ایک خوبصورت بگھی میں سوار کسی خوش منظر مقام کی طرف عازم سفر تھیں۔والدہ کو خوش وخرم دیکھ کر عرفان محمود برق خوشی سے گلاب ہوگیا اور وہ اللہ کا شکر گزار ہوا جس نے اسے اتنی بڑی خوشی سے نوازا۔

عرفان محمود برق قادیانیت کے خلاف ایک دہکتا ہوا آتش فشاں ہے۔وہ قادیانیوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میری کافر برادری اسلام کی لٹی ہوئی متاع ہے۔میں انشاء اللہ اس متاع کو واپس لاؤں گا۔میرے دادا نے غلطی کی اور آگے ساری نسل قادیانی ہوگئی۔کسی نے کچھ نہ سوچا۔کسی نے کچھ نہ سمجھا اور سب بھیڑ چال چلتے ہوئے اندھے کنوئیں میں گرتے گئے۔عرفان محمود برق ایک صاحب طرز ادیب ہے وہ بڑی خوبصورت اور اجلی نثر نگاری کرتا ہے۔وہ صفحہ قرطاس پر الفاظ کے چراغ جلاتا ہے۔جملوں کی کہکشاں اتارتا ہے۔مضمون کا تسلسل کالی برکھا کی طرح چلتا ہے جیسے ہوا اڑائے لئے جارہی ہو۔عبارت آرائی ایسی جیسے قوس قزح سے رنگت مستعار لئے ہوں۔ندرت خیالی ایسی جیسے چودھویں کی شب میں چاندنی میں جگمگاتا تاج محل۔اس کا قلم ایک مست خرام ندی کی طرح چلتا ہے۔سیرت النبی ﷺ پہ یہ قلم گلفشاں، قادیانیت پہ یہ قلم شعلہ فشاں اور مرزا قادیانی پہ یہ قلم شہاب ثاقب بن جاتا ہے۔

عرفان محمود برق نے قادیانیت سے اپنا پہلا انتقام ایک اچھوتی ،نرالی منفرد کتاب "قادیانیت اسلام وسائنس کے کٹہرے میں" لکھ کر لیا ہے ۔میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر شاید پہلے کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔اس کتاب میں اس نے اس جان بوجھ کے اسلامی حوالے کم اور سائنسی حوالے زیادہ دیئے ہیں اور یہ سائنسی حوالے تقریباً 90% غیر مسلم ڈاکٹرز اور سائنسدانوں کے ہیں۔اس پہلو سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو لوگو۔کافر ڈاکٹرز اور سائنسدان بھی مرزا قادیانی کو پاگل، فاتر العقل، جاہل، اجڈ کذاب، دجال وغیرہ کہتے ہیں۔

کتاب میں اس نکتہ پر پہنچ کر میں عش عش کر اٹھا کہ جہاں وہ ایک نہایت معتبر یورپی ڈاکٹر کی ریسرچ پیش کرتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی ایک آنکھ چھوٹی اور ایک آنکھ بڑی ہو تو اس شخص کا دماغ کمزور ہوتا ہے اس کے بعد مرزا قادیانی کی تصویر میں ایک آنکھ چھوٹی اور ایک آنکھ بڑی دکھاتا ہے۔ایک موقعہ پر وہ مختلف ڈاکٹرز کی آراء پیش کرتا ہے کہ گندے پانی میں مت نہاؤ۔کیونکہ جسم میں مسام ہوتے ہیں۔اس طرح گندے پانی کے بہت سے جراثیم جسم میں داخل ہوجاتے ہیں۔جس سے مختلف بیماریاں لگ جاتی ہیں۔پھر وہ باحوالہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی گندے چھپڑ میں نہایا کرتا تھا۔پھر وہ سائنس اور روحانی علاج کی طرف آتا ہے اور غیر مسلم ڈاکٹرز کے ذریعے ثابت کرتا ہے ۔کہ مرزا قادیانی جس کو 101 بیماریاں لگی ہوئی تھیں۔اس کو یہ بیماری اس کے فلاں گناہ کی وجہ سے تھی اور فلاں بیماری فلاں گناہ کی وجہ سے تھی۔غرض کہ وہ ایک بیماری اور مرزے کے گناہ کثیر تعداد میں منتج کرتا جاتا ہے۔اور میں اس کی تحقیق پر حیران ہوتا جاتا ہوں کہ کس محنت، جفاکشی اور جگر کاوی سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے کہ ہر صفحہ پر مصنف کا خون دل چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے عرفان محمود برق نے مرزا قادیانی کے گلے میں رسی ڈالی ہوئی ہے۔ مجمع لگا ہوا ہے عرفان محمود برق کہہ رہا ہے لوگو! دیکھو یہ مرزا قادیانی ہے۔ اس کی بوتھی دیکھو۔ اس کی کالی زبان دیکھو۔ اس کے گلے سڑے دانت دیکھو۔ اس کی چھوٹی بڑی آنکھیں دیکھو۔ اس کے لبوترے کان دیکھو۔ اس کی پکوڑا ناک دیکھو۔ اس کی ٹیڑھی ٹانگیں دیکھو۔ اس کے الٹے سیدھے جوتے دیکھو۔ ازار بند کے ساتھ بندھی چابیاں دیکھو ایک جیب میں گڑ اور دوسری میں وٹوانیاں دیکھو۔ جیب میں افیون کی گولیاں دیکھو۔ اس کا غرارہ دیکھو۔ اس کی ایک سو بیماریاں دیکھو۔۔۔!!!

پھر وہ مرزا قادیانی کو بہت بڑی لیبارٹری میں لے جاتا ہے۔ اس کی میڈیکل رپورٹیں تیار کرواتا ہے کہیں مرزا قادیانی کے ایکسرے ہو رہے ہیں۔ کہیں ای سی جی ہو رہی ہے۔ کہیں ایکو کارڈیوگرافی ہو رہی ہے۔ کہیں پیشاب ٹیسٹ ہو رہا ہے۔ کہیں خون کا کیمیائی تجزیہ ہو رہا ہے۔ کہیں فضلے کا فضلہ چیک ہو رہا ہے۔ کہیں اندھیری آنکھوں میں روشنی تلاش کی جا رہی ہے۔ کہیں پیٹ کا الٹرا ساؤنڈ ہو رہا ہے۔ کہیں دماغ کی سکیننگ ہو رہی ہے۔ کہیں بواسیر چیک کی جا رہی ہے۔ کہیں سو سو مرتبہ پیشاب کرنے والے مثانے کو چیک کیا جا رہا ہے۔ کہیں معدے کا معائنہ ہو رہا ہے۔ کہیں پیٹ کے ڈرم کو بجا کر انتڑیاں چیک کی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد اس کے ہاتھوں میں مرزا قادیانی کی تمام بیماریوں کی رپورٹوں کی موٹی اور صحت مند فائل ہے۔ وہ ثابت کرتا ہے۔ کہ مرزا قادیانی کے جسم کا ہر عضو بیمار تھا۔ اور اسے یہ بیماریاں اس کے گستاخ خدا، گستاخ رسول ﷺ، گستاخ قرآن، گستاخ حدیث، گستاخ اہل بیت رضی اللہ عنہ، گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہ، گستاخ خدا، گستاخ مکہ، گستاخ مدینہ، گستاخ اولیاء کرام اور دیگر شعائر اسلامی کی توہین کی وجہ سے اس پر بطور عذاب مسلط تھیں۔ اور آخر یہ مجرم مرض ہیضہ سے لیٹرین میں مر کر راہی ملک نار ہوا۔ عرفان محمود برق کے نصیبوں کا عرفان دیکھیے کہ اسے ایک مرتبہ حضرت خاتم النبیین جناب محمد کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب کے دیباچے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا جس کا اثر عرفان محمود برق پر یہ ہوا کہ وہ قادیانیت کی زنجیریں توڑتا ہوا پیارے آقا ﷺ کی جانب لبیک یا رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے دیوانہ وار لپکا اور آقا ﷺ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ یہی ایک مسلمان کی معراج ہے۔ اور یہی ایک مومن کی مضطرب روح کی اقرار گاہ ہے۔

طالب سعادت محمدی بروز محشر

محمد طاہر عبدالرزاق

اسلام اور ہماری زندگی

آج ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں، یہ انتشار اور پریشانی کا دور ہے، بے سکونیوں کا زمانہ ہے، ہر آدمی اپنے ماضی سے متاسف، حال سے غیر مطمئن اور مستقبل سے خائف ہے، بداعتمادیوں کا شکار ہے، طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہے۔

ذرا سوچیے! یہ بے سکونی، بے اعتمادی اور خوف و پریشانی کیوں ہے؟ جب کہ ہم مسلمان ہیں، اسلام ہمارا مذہب ہے، قرآن ہمارا راہ نما ہے اور ایک مسلمان جو اللہ کو ماننے والا ہو، قرآن اور سنت کا عامل ہو، ایسے حالات سے ہرگز دو چار نہیں ہوتا۔

تو پھر ایسا کیوں ہے؟

اس لئے کہ ہم صرف قول کی حد تک مسلمان ہیں یعنی صرف نام کے مسلمان ہیں۔ عملی سطح پر مذہب سے بیگانہ، اسلامی اقدار سے دور، فرمان رسول ﷺ سے برگشتہ اور احکام خداوندی سے منحرف ہیں۔ اسلام ہمیں حق سچ، عدل و انصاف، اور محنت سے رزق حلال کمانے کا درس دیتا ہے۔ ان اسلامی شعائر کو، ستودہ قدروں کو اسوۂ حسنہ کو ہم نے نسیان کی نذر کر دیا ہے۔ اسلام سے یہی عملی بے گانگی، غیر فعالی اور بے حسی آج کے مسلمان کی پریشانیوں کا سبب ہے۔

آج ہم جس طرز زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں، جس ڈگر پر چل رہے ہیں، جن راہوں پر جادہ پیما ہیں۔ یہ سب باتیں ایک اسلامی اور مذہبی زندگی کے طریقہ ہائے چلن کے منافی ہیں۔ اسلامی شعائر کے خلاف ہیں۔

جہاں تک عبادات کا تعلق ہے۔ اسلامی قوانین جاننے کا واسطہ ہے ہم اس میدان میں پورے ہیں، خوب نمازیں پڑھتے ہیں۔ احکام الٰہی کو روزانہ مسجدوں میں سنتے ہیں، ریڈیو پر ٹیلیویژن پر اسلامی باتیں، ہدایتیں یاداشتوں کے دامن میں سمیٹتے ہیں غرض ظاہری طور پر خوب مذہب پرست اور اسلام نواز ہیں......

لیکن جہاں تک ان اسلامی اور مذہبی باتوں کو اپنانے اور جزو عمل بنانے کا تعلق ہے، اس ضمن میں ہم بالکل کورے ہیں تہی دامن ہیں، غیر فعال ہیں۔ ہم صرف زبانی کلامی اسلام اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں۔ لیکن عملی سطح پر قرآن وسنت کے احکامات سے کوسوں دور ہیں، اور یہی بے عملی اور بے حسی ہماری تنزلی کا سب سے بڑا سبب اور پریشانیوں کا باعث ہے۔

اگر ہم خلوص دل سے ہر معاملہ میں معاشرتی زندگی کی ہر راہ میں، اسلامی اصولوں اور قرآن وسنت کے مطابق عمل کریں، اسلامی قوانین کو جزو عمل بنائیں، احکام خداوندی کو پیش نظر رکھیں، تمام غیر اسلامی باتوں کو ترک کر دیں اور کسی حال میں اپنے آپ کو اسلام کی ارفع و اعلیٰ تعلیمات سے دور نہ رکھیں تو ہم یقیناً ایک اچھی کامیاب، پرسکون اور پرمسرت زندگی حاصل کر سکتے ہیں، اسلامی ضابطہ حیات اختیار کرنے میں ہی ہماری بہتری اور نجات ہے۔ اس دنیا میں بھی خوشحال اور آخرت میں بھی کامیاب۔

(اے ایم انصاری شکر گڑھ)

صبح نو

"تحریک پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر"

(ایک نظم جو ۱۹۷۰ء کے طوفانی دور میں لکھی گئی)

(پروفیسر محمد حسین آسی)

اندھیرے تھے بڑی مدت سے اپنے دیس پہ چھائے
وطن کی سر زمین تھی اور شب دیجور کے سائے
اجالے دن کے غائب ہو چکے تھے فرشِ ہستی سے
لیا تھا مہرو ماہ نے پھیر منہ ملت کی بستی سے
تمدن بنتے جاتے تھے خیال خام کے پردے
کہ تھے فکر و نظر پر ظلمتِ اوہام کے پردے
سراپا آہن و آتش تھیں زنجیریں غلامی کی
یہ انساں تھے کہ چلتی پھرتی تصویریں غلامی کی
چمن کا باغباں صیاد یا جلاد تھا گویا
بُتِ افرنگ کیا تھا دیو استبداد تھا گویا
غرض باد مخالف ، زور طوفاں ، دُوریٔ ساحل
شب تاریک و بیم موج و گردا بے چنیں حائل
مگر اللہ کی قدرت کہ اک صاحب نظر اٹھا
وہ ہو کر ظلمتوں کے سامنے سینہ سپر اٹھا
بفضل رب اکرم اور بفیض شاہ بطحائی ﷺ !
یکایک تیرگی کا سحر ٹوٹا اور سحر آئی،
لیا ملت کا رخ پھر حریت آگیں اجالوں نے
سکوں پایا غریبوں ،غمزدوں نے خستہ حالوں نے
مگر ، ہیہات ابھی ظلمات کے اثرات باقی تھے
غلامی کی اندھیری رات کے اثرات باقی تھے
وہی مرد مجاہد جس کے دم سے شب گریزاں تھی !
وہ جس کی ذات اقدس خود پیام صبح تاباں تھی
سحر ہوتے ہی وہ روپوش ہم سے ہو گیا آخر
لحد کے گوشۂ خاموش میں وہ سو گیا آخر
غرض پو تو پھٹی ، لیکن ابھی سورج نکلنا تھا
شب دیجور کو صبح درخشاں سے بدلنا تھا
گماں گزرا ہمیں ہر دم کہ لو مہر مبیں ابھرا
مگر افسوس صد افسوس کہ اب تک بھی نہیں ابھرا
غضب ہے قائداعظم نے جو نقشہ جمایا تھا
تصور میں جو رنگ اس مہر رخشاں کا بٹھایا تھا
وہ نقش و رنگ غائب ہو رہا ہے ذہن ملت سے
ظن و تخمیں میں کھوئی جارہی ہے قوم حیرت سے
کوئی سنگینی حالات سے اس قدر بے دل ہے
سمجھتا ہے کہ اب سورج نکلنا سخت مشکل ہے
کوئی کہتا ہے گر دوں کی سیاہی صاف کہتی ہے
ابھی تو منہ اندھیرا ہے ابھی کچھ رات رہتی ہے
کوئی کہتا ہے مشرق سرخ ہے جو صبح آئے گی
وہ اپنی گود میں خونیں سویرا ساتھ لائے گی
اسی شور و شغب میں اور اِک آواز آتی ہے
جو اس طوفانِ یاس انگیز میں دل کو لبھاتی ہے
یہ کہتا ہے مزار قائداعظمؒ نہ گھبراؤ
اندھیروں کے مقابل پھر منظم ہو کے ڈٹ جاؤ
خدائے پاک پر رکھو بھروسہ ، ہے وہی قادر
رسول پاک ﷺ ہوں گے ہر قدم پر حامی و ناصر
بدلنے کو ہے اب پھر گردش ایام کی صورت
چمکنے کو ہے اب پھر ملت اسلام کی قسمت
یقین رکھو نہایت جلد ایسا وقت آئے گا
خدا کے نورِ رحمت سے زمانہ جگمگائے گا
اندھیرے اپنی ملت سے ہیں یکسر دور ہونے کو
شب دیجور کے سائے ہیں اب مفرور ہونے کو
شیاطیں مات کھا جائیں گے ان توحید والوں سے
چمک اٹھے گی دنیا نور وحدت کے اجالوں سے
خدا کے فضل سے ہر سمت جب عرفاں کی ضو ہوگی
وہ صبح نُور ہی آسی ہماری صبح نَو ہوگی

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

اسلام میں بعض احکام ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعظم و آخر ﷺ نے کسی دن اور کسی وقت کا پابند نہیں کیا۔ مسلمان جب بھی ان احکام پر عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے گا۔ ان احکام میں ایک حکم دعا کا ہے۔ دعا جب بھی کی جائے، قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ اس حکم عام کو خواہ مخواہ خاص کر دینا اور یہ کہنا کہ نماز فرض کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا "بدعت قبیحہ" ہے۔ دین کو تبدیل کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ ہمارا اس نظریے کے قائلین سے عاجزانہ سوال ہے کہ کیا یہ نظریہ قرآن پاک کی کسی آیت کا ترجمہ ہے۔ یا صحاح ستہ کی کسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ فقہ اسلامی کا مصدقہ قانون ہے **اصل الاشیاء الاباحۃ** تمام اشیاء کی اصل اباحت ہے اب اس اباحت کو حرمت کا رنگ دینے کے لئے کسی نص قطعی کی ضرورت ہے۔ اس نظریے کے لئے قائلین کے پاس کوئی نص قطعی نہیں۔ جس کی روشنی میں وہ امت مسلمہ کو دعا جیسی اہم عبادت سے روک سکیں۔ جب اس نظریے کے قائلین نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کو بدعت قبیحہ کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بدعت کی تعریف بھی نہیں آتی، کاش وہ اپنے ممدوح مولوی وحید الزمان کا ارشاد ہی ملاحظہ فرما لیتے۔

ترجمہ۔ لغت کے اعتبار سے بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیۂ، ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ دہلوی نے فرمایا ہے کہ بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑلو، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح، بدعات کی ایک قسم بدعت مباحہ ہے۔ جیسے لوگوں کے کھانے، پینے اور پہننے کے معمولات، اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں، دولہا اور دولہن کے لئے پھولوں اور کلیوں کا استعمال بھی بدعت مباحہ ہے، (یعنی ایسا کام ہے جو جائز ہے) بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کی وجہ سے اسے منع کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی تشبہ کی نیت نہ کرے یا کافروں کی کوئی رسم مسلمانوں میں انکار کے بغیر جاری ہو جائے تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ قباء اور دیگر لباس کفار کی طرف سے آئے تھے، اور مسلمانوں میں جاری ہو گئے خود حضور نبی اکرم ﷺ نے رومی جبہ زیب تن فرمایا اور کفار کی قبائیں صحابہ کرام میں تقسیم فرمائیں۔ اور بدعات کی ایک قسم وہ ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو، اور اس سے حکم شرعی میں تبدیلی آئے تو یہی بدعت ضلالہ (سیۂ، قبیحہ) ہے۔ سید نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو جائے، اور جس بدعت سے کوئی سنت نہ متروک ہو تو وہ بدعت نہیں، بلکہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

(ہدیۃ المھدی عربی) ص ۱۱۷، مطبوعہ دہلی)

یہی بات غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے رقم کی ہے،

ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنتہ وان کانت یندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحہ والافھی من قسم المباح و قد تنقسم الی الاحکام الخمستہ، یعنی اگر بدعت کسی اچھے کام کی صورت میں ہے تو حسنہ ہے اور اگر کسی برے کام کی صورت میں ہے تو قبیحہ ہے۔ ورنہ بدعت مباح ہے اور بے شک بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۳۵۰)

ان کے علاوہ حضرت امام علی قاری، حضرت امام عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام نووی، حضرت امام شامی، حضرت امام آلوسی، حضرت امام وشتانی مالکی، حضرت امام عیاض مالکی، حضرت امام سیوطی، حضرت امام عبدالعزیز بن عبدالسلام اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیو بندی نے بھی ان پانچ اقسام بدعت کو بیان کیا ہے۔ گویا غیر مقلدین کے مذکورہ صدر دو اماموں مولوی وحید الزمان اور نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی اس معاملے میں امت کے جلیل القدر کی تقلید کی ہے، اور اس بدعت کو ضلالہ اور قبیحہ کہا ہے جس سے کوئی سنت ختم ہو جاتی ہے۔ ورنہ ان کے نزدیک تو دولہا اور دولھن کے گلے میں پڑنے والے پھولوں اور کلیوں کے ہار بھی جائز ہیں۔ اس امر کی روشنی میں ہم سوال کرتے ہیں کہ بالفرض اگر نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا بدعت بھی ہے تو ایسی بدعت ہر گز نہیں جس کو ضلالت اور قباحت پر محمول کیا جائے۔ یہ منکرین دعا کا بہت بڑا مذہبی تشدد ہے۔

اس بنیادی بحث میں ایک اور نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ تعامل امت کی بدولت اعمال میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ فقہ کا اصول ہے۔ ورثہ المسلمون فوجب اتباعھم، مسلمانوں کے ورثے کی اتباع

واجب ہے۔اب یہ حقیقت ہے کہ بلاد اسلامیہ میں مسلمانوں کی اکثریت نے نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کو اپنا معمول بنا رکھا ہے، لہذا جائز ہے۔

اجتماعی دعا کا ثبوت:

جہاں تک نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کا تعلق ہے تو یہ عمل کتاب و سنت سے ثابت ہے۔قرآن پاک نے کسی مقام پر بھی دعا کے لئے کوئی وقت متعین نہیں فرمایا۔بلکہ بار بار دعا کی تاکید فرمائی اور ترغیب دلائی اور دعا سے انحراف کرنے والوں کو دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ارشاد باری ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (سورتہ المومن) اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلد ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔

اجیب دعوت الداع اذا دعان ، میں دعا مانگنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔جب بھی وہ دعا مانگے ، (سورۃ البقرہ)

ادعوا ربکم تضرعا و خفیة، اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا مانگو (سورۃ الاعراف)

ان آیات قدسیہ میں مطلق دعا کا حکم موجود ہے۔اذا دعان، میں عموم پایا جاتا ہے۔یعنی کوئی جب بھی دعا مانگے ،اب اگر کوئی طالع آزما اس عموم سے نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کو خارج کرنا چاہتا ہے تو دلیل قطعی پیش کرے ورنہ خدا تعالی کا خوف کرے۔یہی وہ قاعدہ ہے جو منکرین دعا۔فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں ہم احناف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔کیونکہ ان کے نزدیک لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے عموم میں امام اور مقتدی دونوں شامل ہیں۔ہم احناف تو قرآن پاک کی دلیل قطعی اذاقری القران فاستمعوا له وانصتوا کی رو سے مقتدی کی قرأت کو اس عموم سے خارج کرتے ہیں۔منکرین دعا کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔جس کی رو سے وہ دعا کے عموم سے مذکورہ اجتماعی دعا کو خارج کریں گے ،ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔کیا کوئی ایسی آیت دکھائی جاسکتی ہے جس میں ارشاد باری ہو۔''میں دعا مانگنے والے کی دعا سنتا ہوں مگر نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کو نہیں سنتا'یا''اپنے رب سے دعا مانگو،لیکن نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا نہ مانگو''اگر اس دعا سے خدا تعالی کی بارگاہ سے اس کے بندوں کو جدا کرنے والے،کون ہیں

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

دعا عبادت ہے:

پھر یاد رہے کہ دعا کو عبادت بلکہ مغز عبادت کہا گیا ہے، حدیث پاک ہے الدعاء ھو العبادۃ یعنی دعا عبادت ہے۔(کنز العمال جلد اص ۱۶۷) اور فرمایا الدعاء مخ العبادۃ ،دعا عبادت کا مغز ہے،(جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۳) اور فرمایا اشرف العبادۃ الدعاء بہترین عبادت دعا ہے،(کنز العمال جلد اص ۱۴۷ اور فرمایا افضل العبادۃ الدعاء (ایضا) اور فرمایا قال اللہ تعالی من لا یدعونی اغضب علیہ ،اللہ تعالی نے فرمایا جو مجھ سے دعا نہیں مانگتا۔اس پر میں غضب فرماتا ہوں۔(ایضا)

ان احادیث نبویہ سے معلوم ہوا کہ دعا بہترین عبادت ہے۔اور جو آدمی اللہ تعالی کی بہترین عبادت سے انحراف کرتا ہے وہ یقینا جہنم کا مستحق ہے۔اور جو آدمی بغیر دلیل شرعی کے پوری امت مسلمہ کو اجتماعی عبادت سے روکتا ہے اور اس افضل ترین عبادت کو معاذ اللہ بدعت قبیحہ کے زمرے میں داخل کرتا ہے، وہ خود سوچ لے کہ اس نے اوروں کے ساتھ ساتھ اپنی جان پر بھی کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔یہ نتیجہ زبان نبوت سے ملاحظہ کیجئے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الدعاء ھو العبادۃ ثم قرء وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین ھذا حدیث حسن صحیح یعنی دعا عبادت ہے۔پھر آپ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلد ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔

(ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۳)

الدعاء مخ العبادۃ قال ربکم ادعونی استجب لکم ،دعا عبادت کا مغز ہے۔تمہارے رب کا فرمان ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا،(ابوداؤد جلد اص ۲۱۵)

ان احادیث نبویہ میں رسول اللہ ﷺ دعا کو عبادت کا درجہ دے کر اس سے تکبر کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنا رہے ہیں۔یاد رہے کہ ادعوا میں اجتماعی دعا کا حکم ہے۔یعنی تم سب کے سب مسلمان دعا مانگو، میں تم سب کی دعا قبول کروں گا۔اب رہ گیا ''نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا'' کا عمل تو اس سے کسی دلیل قطعی نے منع نہیں کیا لہذا اصول فقہ کے مطابق بلکہ فرمان مصطفیٰ کے مطابق جائز ہے ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حرام کیا، جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے منکرین دعا مذکورہ اجتماعی دعا کو بدعت قبیحہ کا درجہ دے کر گویا اسکو حرام قرار دے رہے ہیں، لہذا اس خود ساختہ شریعت کا وبال ان کی گور گردن پر ہوگا، پھر ترمذی شریف کی روایت صحیح اور حسن ہے لہذا اس کی اسناد پر منہ ماری کرنے کی بجائے تسلیم کا راستہ اپنانا چاہیے

دعا مانگنے کا طریقہ:

احادیث صحیحہ میں دعا مانگنے کا جو مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے۔وہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے مہربان رب کی بارگاہ میں پھیلا کر دعا مانگی جائے۔حضور ﷺ سے یہی طریقہ مبارکہ تواتر سے ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضیٰ اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھوں کی اندر کی ہتھیلیوں کے ساتھ دعا فرماتے تھے، اور ان کی ظاہری طرف سے، (ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۶)

انہی سے ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (مسلم جلد ۱ ص ۲۹۳)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے حیا فرماتا ہے کہ وہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ ان کو خالی موڑ دے، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(مستدرک جلد ۱ ص ۵۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب دعا میں اپنے ہاتھ دراز کرتے تو واپس پھیرنے سے پہلے انہیں اپنے چہرہ اقدس پر پھیر لیتے،

(مستدرک جلد ۱ ص ۵۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اذا دعوت اللہ فادع ببطون کفیک، یعنی جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو، ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا مانگو، ہاتھوں کی پشتوں سے دعا نہ مانگو، پھر دعا سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لو، (ابن ماجہ ص ۲۸۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، (بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸)

محدثین کرام نے دعا میں ہاتھ اٹھانے کے باب باندھے ہیں۔ مثلاً بخاری شریف میں ہے باب رفع الایدی فی الدعا، جب دعا کا بنیادی ادب یہ ہے کہ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے تو ماننا پڑے گا کہ دعا انفرادی ہو یا اجتماعی ہو۔ نماز سے پہلے ہو یا نماز کے بعد ہو، بہتر اور مسنون عمل یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔

فرض نماز کے بعد:

جہاں تک انفرادی طور پر یا نفلی نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا تعلق ہے تو اس کو نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا کے منکر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں صرف فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا بدعت نظر آتی ہے، ہم نے دعا کے عمومی دلائل بیان کر کے یہ سوال کیا ہے کہ ان عمومی دلائل کی روشنی میں مذکورہ اجتماعی دعا کو کس دلیل نے خارج کیا ہے، اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تو پھر اجتماعی دعا بھی جائز ہے۔ اجتماعی دعا کے منکرین کا وہم ہے، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کی اقتدا میں پانچوں وقت نمازیں پڑھتی تھی، انہوں نے ہر اعتبار سے نماز کے مسائل کی وضاحت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر ان سے کسی ایک فرد نے بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر نہیں کیا، محدثین عظام جن کی حدیثی خدمات اظہر من الشمس ہیں، جنھوں نے ایک ایک فرمان نبوی سے بے شمار مسائل کا استنباط و استخراج کیا، کبھی کسی نے کسی روایت سے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا وجوب یا استحباب کا مسئلہ اخذ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اجتماعی دعا کے قائلین نے جن روایات کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے وہ بھی ذخیرۂ حدیث میں موجود اور محدثین کے سامنے تھیں، لیکن اس کے باوجود آپ ائمہ محدثین کے ابواب و تراجم کو اٹھا کر دیکھیں، آپ کو اجتماعی دعا کے فرض یا استحباب پر ادنیٰ سی جھلک بھی نظر نہیں آئے۔

(ماہنامہ محدث مئی ۲۰۰۳)

ماہنامہ محدث کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ نے فرض نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا نہیں مانگی۔ اگر مانگی ہوتی تو محدثین عظام اس کو اپنے ابواب و تراجم میں ذکر فرماتے، جہاں تک محدثین عظام کے ابواب و تراجم کی بات ہے تو علم حدیث کے ساتھ ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا انسان بھی بخوبی جانتا ہے کہ منکرین دعا نے خود ان کے ابواب و تراجم کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ محدثین عظام کے ابواب و تراجم کیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک سے ثابت ہو جائے کہ آپ ہر نماز فرض و نفل کے بعد اجتماعی و انفرادی دعا مانگتے تھے تو کیا اس مبارک عمل کو صرف اس لئے ٹھکرا دیا جائے گا کہ محدثین عظام نے ابواب و تراجم میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ گیارہ رکعات والی حدیث مبارک کو محدثین عظام نے باب تہجد میں بیان کیا ہے جبکہ غیر مقلدین اس سے نماز تراویح کی آٹھ رکعات ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک بخاری و مسلم کے ابواب و تراجم کی یہ وقعت ہے تو باقی محدثین عظام کو کب خاطر میں لاتے ہوں گے، زیر نگاہ مسئلہ میں کوئی اور حل نظر نہیں آیا تو ائمہ امت کی تقلید کو بدعت و ضلالت کہنے والے محدثین عظام کے قائم کردہ ابواب و تراجم کا سہارا ڈھونڈنے لگے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جس کا کوئی اصول نہیں وہ جہاں چاہے منہ مارے، اسے کون روکنے والا ہے۔ اصولی طور پر ابواب و تراجم کو نہیں دیکھنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو دیکھنا چاہیے، ایک محدث ایک حدیث کو ایک باب میں نقل کرتا ہے تو دوسرا اسے کسی اور باب میں نقل کرتا ہے۔ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو کئی ابواب میں نقل کیا ہے۔ کسی امام نے ایک حدیث سے ایک مسئلہ حل کیا ہے تو دوسرے نے اپنی جودت فکر سے اس سے کئی مسائل حل کیے ہیں۔ جسمیں جتنی خدا داد صلاحیت ہوتی ہے۔ حدیث کے بحر ناپیدا کنار سے اتنے ہی جواہر اخذ کرتا ہے۔ وکل ذی علم علیم کا آخر کیا مطلب ہے۔ بخاری شریف حدیث کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ لیکن اس کا یہ حال ہے کہ بعض اوقات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو باب قائم کرتے ہیں۔ اس کے تحت آنیوالی حدیث میں اس باب کا دور دور تک نشان نہیں ہوتا۔ ایسی صورت حال میں غیر مقلدین کو چاہیے کہ حدیث مصطفیٰ کو چھوڑ دیں اور امام بخاری کے باب کی اقتداء کریں۔

دیکھئے اب زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

یہاں تک اس دعوی کا تعلق ہے کہ حضور ﷺ نے نماز فرض کے بعد کبھی اجتماعی دعا نہیں کی، تو یہ منکرین دعا کا مغالطہ ہے، وہ اپنے اس دعوئی سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں، اور ایک فعل مسنون سے روکنا چاہتے ہیں۔

ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں ہر نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دعا مانگنے کا ذکر ہے، کیا ہر نماز سے فرض نماز با جماعت نماز، خارج ہے۔

دلائل حاضر ہیں:

قرآن پاک کا ارشاد ہے فاذا فرغت فانصب، اس آیت مبارکہ کی شرح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ فاذا فرغت من الصلوۃ فانصب فی الدعا یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں مشغول ہو جاؤ (تفسر ابن جریر) حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس اور قتادہ جیسے مشہور مفسرین نے فرمایا ہے۔ فاذا فرغت من الصلوۃ المکتوبۃ۔ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگو۔

۱۔ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے۔ لاالہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیی قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لاالہ الااللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون، اور انہوں نے فرمایا۔ کان رسول اللہ ﷺ یھلل فی دبر کل صلوۃ۔ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے، (کتاب المساجد)

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا قضی الصلوۃ لا الہ الااللہ... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ جب بھی کہ نماز سے فارغ ہوتے (یہ دعا) پڑھتے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تو جو چیز عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جس کو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، کسی کوشش والے کی کوشش تیرے مقابلے میں فائدہ مند نہیں، (کتاب المساجد)

۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ فرمایا آدھی رات، و دبر الصلوت المکتوبات اور فرض نمازوں کے بعد (جامع ترمذی ص۵۰۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی) اسکی سند حسن ہے۔

۴۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کرتے اور دعا فرماتے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام.
(مسلم کتاب المساجد)

۵۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سلام پھیرنے کے بعد صرف، اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام پڑھنے کی مقدار تک بیٹھتے تھے۔

۶۔ حضرت مسلم بن ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد دعا کرتے، اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر وعذاب القبر، میں بھی یہ دعا کرنے لگا، میرے والد نے فرمایا بیٹا، یہ دعا کہاں سے حاصل کی، میں نے کہا آپ سے، انہوں نے فرمایا۔ ان رسول اللہ ﷺ کان یقولھن فی دبر الصلوۃ، رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے، (سنن نسائی جلد ۱ ص۱۳۶ مطبوعہ کراچی) اسکی سند صحیح ہے۔

۷۔ حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے۔ اللھم انی اعوذبک من الجبن واعوذبک من البخل واعوذبک من ارزل العمر واعوذبک من فتنہ الدنیا وعذاب القبر، (ترمذی ص۵۱۳ مطبوعہ کراچی) اسکی سند حسن ہے۔

۸۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا کرتے، اللھم ربنا ورب کل شیی انا شھید انک انت الرب وحدك (ابوداؤد جلد ۱ ص۲۱۸)

۹۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من الصلوۃ "قال اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والموخر لاالہ الاانت۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا فرماتے،
(ابوداؤد جلد ۱ ص۲۱۹)

۱۰۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے معاذ اللہ کی قسم مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو ہرگز نہ چھوڑنا، دعا یہ ہے، اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتک۔ (ابوداؤد جلد ۱ ص۲۲۰، مستدرک جلد ۳ ص۲۷۳)

۱۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ہر فرض کے بعد یہ دعا مانگے اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن حلال ہوگی، اللھم اعط محمدن الوسیلۃ واجعل فی المصطفین مجلتہ و فی العالین درجتہ او فی المقربین ذکر دارہ، (کنز العمال جلد ۱ ص۱۸۳)

۱۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہر نماز کے بعد یہ تین مرتبہ کہے سبحان ربک رب العزۃ عما تصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العالمین اسے جریب کے ساتھ ثواب دیا جائے گا۔ (یعنی بہت ہی زیادہ ثواب دیا جائے گا۔) ایضاً

ان تمام احادیث مبارکہ میں حضور اقدس ﷺ کے مبارک فرمان سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مسنون ہے۔ کئی مقامات پر فی دبر کل صلاۃ یعنی ہر نماز کے بعد کے الفاظ موجود ہیں کئی مقامات پر صلوۃ مکتوبۃ یعنی فرض نماز کے بعد کے الفاظ موجود ہیں ہمیں افسوس ہے ان اہل حدیث بلکہ "اہل حدیث" پر کہ اتنی واضح احادیث کی موجودگی میں بھی یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی ہر نماز جماعت اور اجتماع کے بغیر ہوا کرتی تھی۔ جب وہ لوگ ہر نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے تو ہر نماز میں فرض نماز کی جماعت کے بعد اور نفل نماز کے بعد کی اجتماعی دعا اور انفرادی دعا ثابت ہوگئی۔ کیا کوئی آدمی تصور کر سکتا ہے کہ فرض نماز ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ تو دعا میں مصروف ہو جاتے تھے، جبکہ صحابہ کرام اٹھ کر چلے جاتے تھے، یہ کام ان اہل حدیث سے تو متوقع ہے، دیدار مصطفیٰ کے پروانوں سے متوقع نہیں۔ روایت نمبر ۳ کو امام ترمذی نے نقل فرمایا، جنہیں واضح طور پر دبر الصلوۃ المکتوبات، یعنی فرض نمازوں کے بعد دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے فرض نمازوں کی جماعت ہوا کرتی تھی اور جماعت کے بعد جو دعا مانگی جاتی تھی وہ اجتماعی ہوا کرتی تھی، نہ کہ انفرادی۔ شاید منکرین دعا کو اس لیے وہم ہو گیا ہے کہ حدیث میں اجتماعی دعا کا لفظ نہیں ہم پوچھتے ہیں کیا حدیث میں انفرادی دعا کا لفظ ہے۔ اجتماعی دعا کے لفظ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ہر صاحب عقل جان سکتا ہے کہ اجتماعی نماز کے بعد دعا بھی اجتماعی ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند پر بھی منہ ماری کی گئی ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ افسوس ہے امام ترمذی جیسا محدث کبیر اسے حسن قرار دے رہا ہے اور منکرین دعا اسے ضعیف سمجھتے ہیں، اب کہاں گئیں محدثین عظام کی "حدیثی خدمات" جو کہ اظہر من الشمس ہیں۔ امام ترمذی کی تحقیق کے مقابلے میں ان منکریں دعا کی کوئی حیثیت نہیں، ان کے پچھلے تو لوگوں کو صرف "صحاح ستہ" تک محدود کرتے تھے، ان لوگوں نے صحاح ستہ پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ یہ حدیث کی کونسی خدمت ہے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ اہل حدیث کا صحاح ستہ کی رٹ لگانا ایک ڈرامہ ہے۔ اپنے مخصوص نظریئے کے خلاف تو یہ لوگ قرآن پاک کی پرواہ نہیں کرتے صحاح ستہ کی کیا پرواہ کریں گے۔ پھر ترمذی شریف کی اس "ضیف حدیث" کو دوسری صحیح اور حسن حدیثوں سے تقویت مل رہی ہے۔ لہذا قابل قبول ہے۔

ایک اشکال کا جواب:۔

منکرین دعا کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام فرض نماز کے بعد جلدی اٹھ جایا کرتے تھے۔ لہذا اجتماعی دعا کا تصور ہی ناپید ہو جاتا ہے حالانکہ یہ جلدی اٹھ جانا یا صرف اللھم انت السلام کے الفاظ کی مقدار کے برابر بیٹھنے کے بعد اٹھ جانا دوام و استمرار پر محمول نہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی امت مرحومہ کی سہولت کے پیش نظر نہ کسی دعا کو معین فرمایا اور نہ کسی مقدار کو معین فرمایا۔ بعض روایات میں جو جلدی اٹھنے یا تھوڑی مقدار کے برابر بیٹھنے کے بعد اٹھنے کا ذکر ہے تو بعض روایات میں فرض نماز کے بعد طویل دعا کا ذکر بھی ہے۔ مثلاً آیت الکرسی اور قل ھو اللہ احد پڑھنے کا بھی ذکر موجود ہے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۱۹۰) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا۔ (سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۳۵) اس طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں طویل دعا و ذکر منقول ہے۔ لہذا فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا اور طویل ذکر کا مطلقاً انکار کر دینا قرین انصاف نہیں۔

خود محدث نے بھی ایک جگہ تسلیم کیا ہے کہ ان (جلدی اٹھ جانے والے) آثار کو ذکر کرنے سے مقصود عملاً اجتماعی دعا کی نفی ہے۔ ورنہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو اس کا بھی جواز ہے۔ جس طرح کہ دیگر روایات میں تشریح ہے۔ گویا ان کو تمام پریشانی اجتماعی دعا سے لاحق ہے۔ اور اتنے سارے آثار بھی اس کے انکار کے لئے پیش کر دیئے۔ لیکن یہ مسئلہ قدرت نے ان کے ہاتھوں ہی حل کروا دیا۔ مثلاً ایک دلچسپ بات ماہنامہ محدث ص ۲۷ پہ حاشیے میں لکھی ہے۔

ہمارے شیوخ محدث روپڑی اور محدث گوندلوی نماز کے بعد اجتماعی دعا کے عملاً قائل و فاعل نہ تھے الا یہ کہ کسی کی طرف سے دعا کی درخواست ہو، چنانچہ مقتدیوں میں سے کسی کے تقاضے پر یا امام کی کسی ضرورت اور مطالبے پر اجتماعی دعا کرنا جائز ہے، جبکہ اسے نمازوں میں معمول بنا لینا خلاف سنت ہے۔

اس اقتباس نے تو منکرین دعا کی ساری تحقیق ہی ختم کر دی ہے۔ بعض منکرین دعا کے نزدیک بھی مقتدیوں کے تقاضے اور امام کی کسی ضرورت اور مطالبے پر اجتماعی دعا جائز ہے۔ گویا اتنا عمل ان کے نزدیک بھی سنت ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ایسی اجتماعی دعا کی کوئی دلیل و نظیر رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت کرنی چاہیے۔ کیونکہ ماہنامہ محدث کے کہنے سے تو کوئی چیز جائز نہیں ہو جاتی۔ یہ تو بالکل عجیب بات ہے کہ جب اجتماعی دعا ہے ہی بلاشبہ بدعت (محدث ص ۲۷) اور یہ دراصل برصغیر میں ہندوستانی اور پاکستانی بعض سلفیوں اور اکثر حنفیوں کی ایجاد ہے۔ (محدث ص ۲۶) اور ان ممالک میں رہائش پذیر سب جاہل اور مسئلہ ہذا سے نابلد ہیں (محدث ص ۲۷) تو ایسی بلاشبہ بدعت خلاف سنت لوگوں کی ایجاد، اور جاہلانہ روش کو مقتدیوں کے تقاضے یا امام کی ضرورت اور مطالبے پر کیسے جائز کیا جا سکتا ہے۔ کیا بدعت کا تقاضا کرنے سے بدعت، عین سنت بن جاتی ہے یہ اصول کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

ماہنامہ محدث میں فتوی اللجنہ الدائمہ درج کیا گیا ہے۔ جسکے الفاظ ہیں۔ "جو امام سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے، اور اس کے مقتدی بھی ہاتھ اٹھا کے آمین آمین کہتے ہیں ان حضرات سے مطالبہ کیا جائے نبی ﷺ کے عمل سے دلیل پیش کریں، ورنہ اس عمل کی کوئی حقیقت نہیں، وہ نا قابل قبول اور مردود ہے۔۔۔ سنت سے ہمیں کوئی نہیں مل سکی جو ان کے دعوی کی مستند بن سکے"۔ ہم کہتے ہیں کہ مقتدیوں کے تقاضے اور امام کی ضرورت اور مطالبے پر فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کی نبی ﷺ کے عمل سے دلیل پیش کرتے ہیں، یہ تو آپ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

آپ کے شیوخ محدث روپڑی اور محدث گوندلوی کے نزدیک بھی جائز ہے۔اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اجتماعی طور پر بارش کی دعا کی تھی، (بخاری) لہذا کسی کے تقاضے اور مطالبے پر دعا کرنا جائز ہے۔ہم کہتے ہیں کہ یہاں عمومی طور پر اجتماعی دعا کا مسئلہ زیر بحث نہیں، نماز فرض کے بعد اجتماعی دعا، کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ ہمیں کوئی دلیل قطعی چاہیے جسمیں اسکا ذکر ہو لہذا پیش کیجیے۔ جب آپ اس کو ہر اعتبار سے بدعت وضلالت کہہ چکے ہیں اور خلاف سنت قرار دے چکے ہیں تو محض مقتدیوں کے تقاضے اور امام کے مطالبے سے کسطرح آپ اس بدعت کو جائز قرار دیں گے۔کیا نصوص میں یہ لکھا ہے کہ مقتدیوں کے تقاضے اور امام کے مطالبے سے یہ بدعت عین سنت بن جائے گی، ویسے ان ''اہل حدیث'' نے مقتدیوں کے تقاضے اور اماموں کے مطالبے سے بڑے بڑے شدید احکام میں بھی کمال کی لچک پیدا کر لی ہے۔اگر ان تقاضوں اور مطالبوں کا خیال نہ رکھا جائے تو بھلا ان کے منسوخ احکام پر مبنی مذہب کو کون تسلیم کرے مثلاً یہ لوگ مقتدیوں کے تقاضے اور اماموں کے مطالبے کے پیش نظر ہی تمام صحابہ تابعین، اور ائمہ اربعہ اور عوام المسلمین کے متفقہ فیصلہ طلاق ثلاثہ کو واحد قرار دے چکے ہیں۔

الجنہ الدائمہ کے فتوئی کے مطابق فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا اور لوگوں کا آمین آمین کہنا نبی ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں، یہ عجیب بات ہے۔جب ہر نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور اس میں فرض بھی داخل ہے۔اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہمیشہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے۔اور یہ بھی ثابت کہ جب کوئی دعا مانگے تو اسکی دعا پر آمین آمین کہنا بھی دعا ہے۔حیرت بالائے حیرت ہے کہ جو لوگ آمین آمین سے مساجد کو ہلا دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہاں آمین آمین کہنا بھی مردود ہے۔ نا قابل قبول ہے۔ جب اعمال کے اصول بتا دیئے گئے ہیں تو خود عقل و فکر سے کام لینا چاہیے۔اس صورت میں تو اور زیادہ کام لینا چاہیے۔جب منع کے لئے کوئی نص قطعی موجود نہیں۔آپ ہم سے جواثبات کی دلیل مانگتے ہیں، خود نفی کی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔

'محدث' کا ایک قول ہے کہ ''مخالفین کے دلائل کی بنا شرعی عمومات پر ہے جو محل اختلاف میں مفید نہیں''۔ یہ اصول کس آیت کا ترجمہ اور کس حدیث کا مفہوم ہے۔کاش کوئی حوالہ نقل فرماتے، پھر محل اختلاف میں دیکھنا یہ پڑے گا کہ اختلاف کس نے کیا ہے ابن قیم اور ابن تیمیہ، یا ان کے چند نجدی حواریوں کا اختلاف ''شرعی عمومات'' کو مخصوص کر سکتا ہے، ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ شرعی عمومات کو مخصوص کرنے کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، ابن قیم کے قول یا تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر محدث کا قول ہے، جو شے سنت سے ثابت نہیں وہ بدعت ہے اس اصول کی زد میں پوری نجدیت بلبلاتی نظر آتی ہے۔کیا اہل حدیث، سلفی، اثری، محمدی نام، لشکر طیبہ، مجلہ الدعوۃ، مجلہ محدث، ننگے سر نماز پر اصرار، ختم بخاری، جلسے جلوس، لانگ مارچ اور ایسی سینکڑوں باتیں سنت سے ثابت ہیں ایک ایک بات پر ایک ایک حدیث صحیح پیش کریں۔نہیں تو اپنے بدعتی ہونے کا اعتراف کر لیں، اس میں آپ کی اور ساری مخلوق کی بہتری ہے۔

اور ایک اصول یہ بھی لکھا ہے۔عبادات میں اصل توقف ہے، اجتہاد کی گنجائش نہیں، عبادات کی کتنی اقسام ہیں، فرض، واجب، سنت، مستحب، کس عبادت کی اصل توقف ہے۔اتنی ادھوری بات لکھنے سے خواہ مخواہ اپنی علمی قابلیت کی مٹی پلید کرنے کا کیا فائدہ، رسالہ محدث میں ایک مخلص حنفی دوست کے خط کے ذریعے حنفی علماء کا موقف بھی پیش کیا گیا ہے۔ہم نے حیران ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دیوبندی علماء کی بات ہو رہی تھی، کیونکہ ہفت روزہ ضرب مومن اور روزنامہ اسلام دیوبندی علما کے کارنامے ہیں۔اب دیوبندی علما کی حنفیت کے بھی کیا کہنے جو کبھی حنفی ہوتے ہیں اور کبھی وہابی ہوتے ہیں۔

اس کے حاصل کلام میں لکھا ہے ''نماز کے بعد اجتماعی دعا کا مروجہ طریقہ بالا جماع بدعت قبیحہ ہے''۔ اندازہ کیجیے مخالطہ آفرینی کا کیا عجیب حربہ استعمال کیا گیا ہے۔حالانکہ یہ خود اقرار کر چکے ہیں کہ یہ محل اختلاف ہے، اور ایسا محل اختلاف ہے کہ بعض سلفیوں نے بھی اجتماعی دعا کو ثابت کیا ہے۔ بھلا محل اختلاف مسئلے کو بالا جماع بدعت قبیحہ کہنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں۔علاوہ ازیں کئی معتبر غیر مقلدین نے بھی اس بدعت کو ثابت کرنے کے لیے کتابیں تحریر کی ہیں۔اس کے لیے مولانا بشیر الرحمٰن سلفی، مولانا اسماعیل سلفی، مولانا عبدالجبار سلفی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، کیا یہ غیر مقلدین بھی بدعتی اور سنت کے باغی ہیں مولا کریم اہل اسلام کو ان دشمنان اسلام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، جن کی زندگی کا مشن ہی امت مرحومہ کو ہر اجتماعی عقیدے اور عمل کے بارے میں شکوک واوہام کا شکار بنانا ہے۔

آمین بحرمت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆

☆☆☆☆

''پاکستان میں لشکر طیبہ نامی ناسور اور حکومت وفوج کیلئے لمحہ فکریہ''

محمد نجم مصطفائی

ایک تحریر جو کہ چند سال پہلے کتاب ''منزل کی تلاش'' میں شائع ہوئی۔

۱۴ دسمبر ۱۹۹۸ء کو میرا لاہور سے راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد اور گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ گجرات میں مجھے ایک ماہنامہ رسالہ موصول ہوا اس ماہنامہ رسالے کی رپورٹ آپ بھی پڑھیے۔

ماہنامہ اپنے اداریے میں لکھتا ہے،

''پاکستان میں لشکر طیبہ نامی ناسور اور حکومت فوج کیلئے لمحہ فکریہ''

ملک کو مکمل تہس نہس کرنے اور یہاں نیا دین، نئی شریعت اور نیا کلچر رائج کرنے کیلئے مذہب کے نام پر ایک دہشت گرد عسکری تنظیم خفیہ طور پر مکمل تیاری میں، مصروف ہے جو منافقت اور دھوکہ فریب اور جعلی جہاد کشمیر کے لبادوں میں لپٹی اپنی تیاری مکمل کر رہی ہے۔ اس دہشت گرد تنظیم کا نام لشکر طیبہ ہے اور ''مرید کے'' میں اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس کی سرپرستی بیرون ممالک ایجنسیاں کر رہی ہیں .... اس تنظیم کے مقاصد کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱...... مضبوط ترین عسکری قوت بننا جو وقت پر افواج پاکستان سے نبرد آزما ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے جہاد کشمیر کو حیلہ بنانا اور عوام کو جہاد کا چکمہ دے کر اپنے تربیتی اداروں اور کیمپوں میں لے جا کر انہیں جبراً وہابی اہلحدیث بنانا، جو نہ مانے اسکو قتل کر کے بڑے خاص انداز میں یہ مشہور کرنا کہ یہ ہمارا مجاہد ہے جو جہاد میں شہید ہو گیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں اخبارات میں جھوٹی خبریں چھپوانا اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا۔

۲...... افواج پاکستان میں دھڑے بندی، مذہبی منافرت اور مذہبی گروہ بندی بنانا تاکہ فوج میں انتشار کا شکار ہو کر کمزور ہو جائے اور وقت آنے پر فوج کے اندر ان کی تیار لابی ان کا ساتھ دے اور فوج کے جو گروہ ان کے مخالف نظریات رکھتے ہوں ان کو مار بھگایا جا سکے، اس مقصد کے حصول کیلئے فوجی اداروں میں اپنے مکتبہ فکر کے آفیسر اور خطیب مقرر کرانا اور انہیں اپنے نظریات کے پرچار کیلئے فوج میں فری ہینڈ دلوانا۔

۳...... پاکستان کو نجدی اسٹیٹ بنانا جس کو عرب ممالک کی طرح انگریز ممالک کی سرپرستی حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ملک میں سرعام نجدیت کا پرچار کرنا اور مختلف حیلوں سے لوگوں کے ایمان خراب اور عقیدہ تباہ کرنا تاکہ وقت آنے پر عربوں کی طرح ان کی غیرت ملی اور حمیت دینی مردہ ہو چکی ہو اور وہ چپ چاپ سب کچھ برداشت کر جائیں۔

۴...... مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی محبت اور عقیدت مختلف طریقہ ہائے واردات سے ناپید کرنا تاکہ وہ دین کی برکات سے محروم ہو کر بے دست و پا ہو کر رہ جائیں اور ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی مرضی سے ہانکا جا سکے، اس مقصد کے حصول کیلئے انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی محبت اور عقیدت کو کفر اور شرک قرار دینا اور ان پاک ہستیوں کے خلاف تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے منافرت پھیلانا تاکہ وقت آنے پر ان ہستیوں کے مزارات و آثار کو نیست و نابود کیا جا سکے، (جو اسلامی قوت کا سرچشمہ و مراکز شمار ہوتے ہیں)

۵...... سرکاری اور نجی اداروں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنا تاکہ ہر سطح پر حصول مقاصد میں آسانی پیدا ہو، اس مقصد کے حصول کیلئے ہر ادارے میں اپنے ایجنٹ ایڈ جسٹ کرانا۔

۶...... اہل سنت و جماعت کے خلاف مختلف پروپیگنڈے کر کے اس کو ختم کرنا اور یہاں انگریزوں کی خود ساختہ نجدی شریعت نافذ کرنا، اس مقصد کے حصول کیلئے اپنے ہم نظریہ مولویوں کی مکمل سرپرستی کرنا اور جو علماء اہل سنت ان کے خلاف لوگوں کو آگاہ کریں ان کو قتل کرا دینا۔

۷...... مذکورہ مقاصد کے حصول میں جب ہر سطح پر نمایاں کامیابی کے آثار نظر آنے لگیں تو یک دم ہلہ بول دینا اور اپنے سرپرست ممالک کی افواج کو بلوا کر اس ملک پر قبضہ کر لینا اور یہاں وہی تاریخ تازہ کر دینا جو عرب ممالک میں ترکوں کی اسلامی حکومت اور ان ممالک کے سنی مسلمانوں کو ان نجدیوں کے ہاتھوں پیش آئی تھی۔

(ملاحظہ کیجئے ماہنامہ اہل سنت، گجرات، ص ۵، ۶، ۷، ماہ دسمبر ۱۹۹۸ء)

مسلمانو! مذکورہ رپورٹ کو جان لینے کے بعد یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وہابیوں کی نام نہاد جہادی عسکری تنظیم لشکر طیبہ جب اپنے مقاصد کو حاصل کر لے گی تو اس پاک سرزمین پر کیسی اندھیری رات ہوگی کہ جس کے منحوس سائے ہر سمت پھیل چکے ہوں گے۔ ذرا اس دن کو تصور میں لایئے خدانخواستہ اس دھرتی پر سنی اور وہابی بنیادوں پر جنگ چھڑ گئی تو کون سا گھر اور کونسا قومی ادارہ ہے جو اس خون ریز تصادم سے محفوظ رہے گا۔ حکومت وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطرناک ناسور پر قابو پائے۔ اگر خدانخواستہ یہ خوفناک معاملہ ہاتھوں سے نکل گیا تو پھر اس ملک کی آنے والی نسلیں روز محشر تک حکومت وقت کی لاپرواہی اور چشم پوشی کا ماتم کرتی رہیں گی اور اس کا تمام تر وبال بروز محشر حکومت کی گردن پر آ سکتا ہے۔

امت مسلمہ جو کہ دولت ورشد وہدایت کی امین ہے اور ہر باطل قوت سے ٹکرانا اور ٹکرا کر اسے پاش پاش کر دینا جس کی ذمہ داری ہے ان حقائق کو جان لینے کے بعد اب اس کی اولین ذمہ داری ہے کہ قلب ونظر کے سارے بت کدے مسمار کر دے۔ ہر دل کو بیت اللہ اور ہر نظر کو اس کا شناسا بنائے اپنے لئے نہ سہی اپنے دین اسلام کی سربلندی کیلئے زندہ رہے۔ آپس میں اتحاد واتفاق کی راہیں ہموار کرے اور یہ اتحاد بین المسلمین کمزور تنکے کی مانند ہرگز نہ ہو کہ جسے وقت کی تند وتیز لہریں بہا کر لے جائیں بلکہ حقیقی اور پائیدار ہو قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد ہونے کا حکم ارشاد فرمایا ، ارشاد خداوندی ہے:

"وعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا" (آل فرعون، ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب ملکر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جتنی بھی امتیں آج تک اس صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں ان سب میں بہتر امت ، امت رسول ﷺ ہے کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد بڑا ہی پاکیزہ اور بلند تر ہوتا ہے اور وہ مقصد کیا ہے قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

"كنتم خير امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف" (آل عمران، ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کا بلند ترین مقصد یہی ہے کہ وہ اس کیلئے کوشاں رہے کہ وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر خواہی کا حکم دیتا رہے تا کہ حق کا بول بالا ہو۔ ہدایات کی روشنی ہر سمت پھیل جائے گمراہی اور بے دینی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور ہو جائیں اور باطل کا طلسم ٹوٹ جائے ، یاد رکھو اگر اس سرزمین پر ایسے لوگ اگر خدانخواستہ نہ ہوئے کہ جن کا کام ہی اسلام کے حکیمانہ انداز سے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ، ان کی حرارت ایمانی کو قائم دائم رکھنا ان کے دل ودماغ کر ارد گرد کے گمراہ فرقوں کے اثرات سے محفوظ رکھنا ہو تو بہت سی گمراہیاں خود اس قوم میں راہ پا سکتی ہیں جو اس دین کی علمبردار ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اسلام کی خدمت کی تو گلشن اسلام میں فصل بہار رہی۔ جب تک مدارس اسلامیہ غزالی ، رازی ، سعدی ، اور بیضاوی جیسی شخصیات اور خانقاہیں ، رومی ، ہجویری ، شاہ جیلانی ، زکریا ملتانی ، شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسی فخر زمانہ ہستیاں تیار کرتی رہیں کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے۔ حق کی قوت باطل کے تابوت میں کیل ٹھوکتی رہی ، مگر! آہ اب ایک خدا ، ایک رسول ، ایک قرآن ، ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو کئی فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔ ملت اسلامیہ کے دشمن اور یہود ونصاریٰ کے زرخرید علماء نے امت رسول کے درمیان نفرت وعداوت کی اتنی بلند دیوار کھڑی کر دی ہے کہ ان میں آپس میں مل بیٹھنے کی دور تک کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ الحاد ، دہریت اور بے دینیت کے طوفان نے ہمارے بنیادی عقائد کے قلعوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اسلام دشمن تحریکوں کے مہلک اثرات نے ہماری تعمیری صلاحیتوں کو ناکارہ بنا کر رکھ دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ کبھی سمرقند ، بخارا اسلام کے بہت بڑے مراکز ہوا کرتے تھے مگر ان کا حشر کیا ہوا یہی ہوا کہ عظیم مساجد ، اسلامی جامعات اور بڑی بڑی خانقاہیں ویران کر دی گئیں۔ سارے چراغ گل کر دیئے گئے ، رشد وہدایت کے چشمے خشک ہو گئے ، مزارات اولیاء کے دروازوں پر تالے لگا دیئے گئے ، یہود ونصاریٰ کے گماشتے اس سرزمین پاکستان میں بھی المیہ کو دہرانے کیلئے شب وروز مصروف عمل ہیں۔ مگر اس قوم کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کا چمن اجڑتا ہوا دیکھ سکتے ہیں مگر دنیاوی مفادات سے رشتہ نہیں توڑ سکتے کسی قوم کیلئے اس بے حسی سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہو سکتا ہے۔

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ دنیا میں ایک دو نہیں سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں قومیں وجود میں آئیں جو اپنے اپنے وقت میں شان وشوکت ، جلال وہیبت ، عروج وعظمت کے سکے گاڑتی رہی مگر جب انہوں نے احکام خداوندی سے بغاوت کی ، پیغمبروں کی نافرمانیاں اور گستاخیاں کیں اور اپنی خواہشات کے سامنے خدائی احکامات کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی نافرمان اور بدکردار قوم کی ایسی گرفت کی کہ اس عالم دھرتی سے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا ،

یاد رکھئے جو قوم اپنے مرکز سے ہٹ جائے ، اپنے محسنوں کو فراموش کر دے ان کے بتائے ہوئے احکامات سے اپنے دل ودماغ کو جلا نہ بخشے ان کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلنے سے چشم پوشی کر ان کی زندگیوں سے اکتساب نہ کرے وہ مٹ جاتی ہے فنا ہو جاتی ہے دنیا کی ہر باضمیر اور زندہ قوم اپنے محسنوں کی یاد مناتی ہے ، ان کے کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بناتی ہے اور اپنے دین کا تحفظ کرتی ہے۔

آہ! مظہر محدث اعظم شیخ الحدیث علامہ پیر ابوالفیض

محمد عبدالکریم ابدالوی رخصت ہوئے

انجینئر اکیڈمی رس
حافظ عبدالرحمان

جنازہ میں ایک لاکھ افراد کی ریکارڈ شرکت: نماز جنازہ صاحبزادہ نورالمصطفیٰ رضوی نے پڑھائی۔

مظہر محدث اعظم عالم باعمل محقق العصر شیخ القرآن والحدیث علامہ پیر ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی رضوی چشتی رحمتہ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم چشتیہ رضویہ ۱۴ رمضان المبارک رات سوا آٹھ بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے آپ کی عمر ۷۵ برس تھی آپ ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں ابدال کے راں زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے آپکے والد حضرت حافظ میاں سراج الدین بھی بہت پرہیز گار تھے زمینداری کے علاوہ تبلیغ بھی جاری رکھتے تھے آپ غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہوئے مولانا حکیم سیف اللہ سالمی رحمتہ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کیلئے ہدائت لی تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ایک عالم مولانا محمد سردار احمد سے میری ملاقات ہوئی ہے جو بریلی ہندوستان سے پڑھ کر تشریف لائے ہیں۔ ان سے دورہ حدیث کی تکمیل کرو چنانچہ اپنے مرشد گرامی کے ارشاد اور خط لیکر لائل پور چلے گئے اور سند حدیث حاصل کی دورہ حدیث سے فراغت کے بعد محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ تشریف لے گئے جہاں دارالعلوم چشتیہ رضویہ کی بنیاد رکھی انتہائی مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر صبر و استقامت کا کوہ گراں بن کر ڈٹے رہے بغیر کسی دنیاوی لالچ اور ذاتی مفاد کے ان کا عمل اور کردار و معمولات محدث اعظم رحمتہ اللہ کے معمولات کے عین مطابق تھے آپ ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ ہمیشہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر نماز پڑھائی اور تصویر کشی کے خلاف رہے کسی کو تصویر بناتے دیکھتے تو سختی سے منع فرماتے۔ دورہ جوانی میں مختلف دیہات کا تبلیغی دورہ فرماتے اور کبھی کسی سے زادِراہ و نذرانہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ آپ صبر و استقامت، تحمل، بردباری، عاجزی و انکساری، فقر و توکل اور عمل کردار کا عظیم پیکر تھے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پہ کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب، ضرب مجاہد، کتاب میں دیا۔ اسکے علاوہ عصمت ابی البشر، سود کی حرمت، التوحید، دین تعلیم کی ضرورت فیض مرشد پیغام رجب المرجب، احکام قربانی، تذکرہ شہدا اور پیام میلاد جیسی کتب اور رسائل تصنیف کئے۔ کسی نے سوال کیا کہ قرآن مجید یا بخاری شریف کی تفسیر و شرح تحریر فرمادیں نشانی رہے گی۔ تو فرمایا یہ جو ساتھی جو قرآن مجید یا بخاری شریف کی تعلیم لے کر جا رہے ہیں یہی تو چلتی پھرتی تفسیر ہیں۔ آپکے ہزاروں شاگرد اندرون بیرون ملک دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس وقت دارالعلوم کے اقامتی طلباء کی تعداد تین سو کے قریب ہے۔ حضرت علم کی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ روحانی فیض کا بھی منبع تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھر پور حصہ لیا اور پابند سلاسل رہے۔ سنی کانفرس ملتان ۱۹۷۸ اور میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرس ۱۹۷۹ء رائے ونڈ میں بھر پور طریقے سے ساتھیوں سمیت شریک ہوئے۔ رمضان المبارک اور عید الفطر کے موقع پر ہمیشہ تحقیق و جستجو کے بعد رویت ہلال کا اعلان فرماتے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن کے اعلان کو کبھی اہمیت نہ دیتے بلکہ خود تحقیق کے بعد فیصلہ کرتے جس کا

انتظار پورے علاقے کو ہوتا۔فقہی اور شرعی مسائل میں ہمیشہ تحقیق کے بعد فیصلہ کرتے۔آپ کے فقہی مقام کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی شرعی مسئلہ یا فتوی لینے آیا یہ کبھی نہیں کہا کہ مطالعہ کرکے یا دیکھ کر جواب دونگا۔بلکہ اسی وقت زبانی یا تحریری جواب دیکر سائل کی تشفی فرمادیتے۔ملنسار اور شفیق ایسے کہ کبھی کسی ملاقاتی کو یہ سننا نہیں پڑا کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں۔اور فقر و توکل ایسا کہ کبھی دارالعلوم کے چندے کیلئے مہم یا سفیر نہیں بھیجے۔آپ کا عمل و کردار ایسا کہ آج تک کوئی مذہبی یا سیاسی مخالف آپکی شخصیت کے حوالے سے انگلی تک نہ اٹھا سکا۔مذہبی علمی اور باعمل لوگوں سے ملکر مسرت اور شادمانی محسوس کرتے۔ آپ فنافی الطریقت اور فنافی الشریعت تھے۔سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے ذکر مبارک پر آبدیدہ ہوجاتے۔ہر سال ۱۲ ربیع الاول عید میلاد النبی کو فجر کی اذان سے قبل محفل میلاد منعقد کرواتے۔اور درود مستغاث اور قصیدہ بردہ شریف خود پڑھتے۔آپ کو اپنے مرشد خانہ اور استاد خانہ سے بڑی محبت تھی۔پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب بھیروی اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ممبر قومی اسمبلی آپکی عیادت کیلئے ڈاکٹرز ہسپتال لاہور تشریف لائے تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور آبدیدہ ہوگئے اور پیر خانہ اور استاد خانہ سے والہانہ محبت کا اظہار کرتے رہے۔آپ کے ہر عمل میں للّٰہیت اور خلوص کا عنصر سب سے غالب تھا ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری متعدد دفعہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔مجھے آپکے چھوٹے صاحبزادے فیض اللہ فیضی کے ہمراہ پندرہ دن تک حضرت کی ہسپتال میں خدمت کا موقع ملا۔میں نے دیکھا کہ ایام علالت میں بھی وظائف اور اوراد کا سلسلہ جاری رہا اور ہر عیادت کرنے والی کو اپنی تکلیف محسوس نہ ہونے دیتے اور خندہ پیشانی سے ملتے اور آنے والے کی خیریت پوچھنے میں پہل فرماتے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوشش فرماتے کہ کسی پہ بوجھ نہ بنوں۔ٹانگیں دبانے کی سعادت حاصل کرنے والے کو ایک آدھ منٹ میں ہی منع فرمادیتے بعض اوقات سادات میں سے کوئی ملنے آتا اور دبانے کی یا دست بوسی کی کوشش کرتا تو ہاتھ کھینچ لیتے۔صاحبزادہ فدا حسین شاہ (حافظ آبادی) عیادت کیلئے آئے تو انہوں نے کہا کہ حضرت اللہ نے آپکو بڑا مقام دیا ہے کیونکہ آپکی ساری زندگی کی کوئی کمائی نہیں صرف دین اسلام کی خدمت ہی ہے جو آپ کی کمائی ہے اس بات پر آپ بڑی دیر تک آنسو بہاتے رہے۔آپ بلڈ شوگر، گردوں اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔

آپ نے اپنی زندگی کی آخری تقریب جس میں شرکت کی وہ ۱۵ طلباء کی دستار بندی فرمائی اسی موقع پر دارالعلوم کے نیو کیمپس کی تعمیر کا اعلان کیا گیا۔آخری دو روز میں نقاہت بڑھ گئی جس کی وجہ سے بیٹھنا بھی دشوار ہوگئے تاہم ہر ملنے والے کو پہچان لیتے۔عین وفات کے وقت آپ کے مخلص عقیدت مند سردار محمد اکبر ڈوگر عیادت کیلئے آئے اس وقت آپ کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کررہے تھے۔وہ آکر بیٹھے ہی تھے کہ آپ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی،، انا للہ و انا الیہ راجعون ہاکی سٹیڈیم میں ہزاروں افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر انتہائی وارفتگی سے آپ کے جنازہ مبارکہ کو کندہ دینے کے لئے لپٹ لپٹ کر ٹوٹ پڑا ۔ایک محتاط اندازے کے مطابق اخبارات نے ۵۰ سے ۶۰ ہزار جبکہ عوامی حلقوں کے مطابق ایک لاکھ افراد نے جنازہ میں شرکت کی جس سے محدث اعظم کے جنازہ کی یاد تازہ ہوگئی۔نماز جنازہ سے قبل کیڈٹ سکول کے طلباء نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔جنازہ کی شان و شوکت دیکھ کر کئی بدعقیدہ تائب اور ۳ عیسائی مسلمان ہوگئے۔اور مولانا عبدالتواب صدیقی مولانا شبیر حسین شاہ (حافظ آبادی) مفتی احمد عزیز اللہ،اور قاری مسعود حسان (فیصل آبادی) نے خطاب کیا اور آپ کے بڑے صاحبزادے صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔آپ کے پسماندہ گان میں ایک بیوہ چھ بیٹے نور المصطفیٰ رضوی،محمد نور المجتبیٰ چشتی،غلام مرتضے شازی،فیض اللہ فیضی،عطا المصطفیٰ،اور ضیاء المصطفیٰ بھی دین و ملت کی خدمت میں والد صاحب کے نقش قدم پہ چلنے میں مصروف ہیں۔آپ کے جنازہ میں سینکڑوں علماء جن میں پیرزادہ حفیظ البرکات شاہ،پیرزادہ میجر ابراہیم شاہ،پیرزادہ محسن شاہ،حاجی محمد فضل کریم،پیر سید عظمت علی شاہ گیلانی علامہ عبدالتواب صدیقی،مفتی محمد خان قادری،مولانا خان محمد نوری ابدالوی،قاضی ایوب،مولانا اسلم رضوی،سید فدا حسین شاہ علامہ عبدالوحید ربانی،مولانا داود رضوی،سید شبیر حسین شاہ،علامہ عبدالحکیم شرف قادری،مولانا منشا تابش قصوری،علامہ محمد عارف نوری،میاں محمد سیفی،مفتی محمد حسین صدیقی،مولانا مشتاق سلطانی،میاں محمد شفیع،میاں نجیب اللہ دارالاحسان مولانا رفیق مجددی،ڈاکٹر ظفر اقبال نوری،حافظ عبدالستار سعیدی،مولانا طاہر تبسم،حافظ طاہر رضا،حاجی مقبول قادری،کے علاوہ ایک لاکھ عقیدت مندوں شرکت کی۔جس حجرہ میں آپ پچاس سال قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے رہے اسی حجرے میں دفن کیا گیا۔انکے چہلم کا ختم مبارک ۸ دسمبر بروز پیر صبح ۹ بجے دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں منعقد ہوگا۔

امیر کاروان اسلام کا اہم مکتوب

بنام مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی گوجرانوالہ

چند ماہ قبل حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری، امیر، کاروان اسلام نے مشہور دیوبندی عالم مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم) کی ایک کتاب "ازالۃ الریب عن عقیدہ علم غیب" میں دیئے گئے بعض حوالہ جات کی صحت کا جائزہ لیا گیا تو نہ صرف یہ کہ ان کے دیئے گئے حوالہ جات کا حقائق سے کوئی ثابت نہ ہوسکا بلکہ بعض تضادات بھی سامنے آئے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس سلسلہ میں مولانا سرفراز خان گکھڑوی سے براہ راست تحریری رابطہ کیا مگر جواب ندارد۔۔۔۔اب اس خط کی اشاعت اس لئے ضروری ہے کہ تمام حجت ہوچکی اور جواب نہ ملا۔ عوام وخواص ان کے کام کی "علمی" حیثیت سے آشنا ہوجائیں یاد رہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس مکتوب گرامی میں زیر بحث تین موضوعات پر مبنی علمی وتحقیقی مقالہ جات بھی الگ سے لکھے ہیں جن میں علم نبوی اور منافقین، علم نبوی اور متشابہات، علم نبوی اور امور دنیا، شامل ہیں خط کے علاوہ مزید معلومات کے لئے ان مقالہ جات کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ....(ادارہ)

جائے۔ والسلام علیکم ورحمہ اللہ

☆☆☆☆

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان شیخ الحدیث مدرسۃ نصرۃ العلوم

السلام علیکم!

آپ کی تصانیف میں سے ان دنوں۔۔۔ اذالۃ الریب عن عقیدہ علم الغیب۔۔۔۔۔ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ کے تحریر کردہ بعض حوالہ جات کے لیے جب اصل کتب کی طرف رجوع کیا۔ تو معاملہ نہایت ہی عجیب اور حیران کن محسوس ہوا۔ سوچا کیوں نہ مولانا موصوف کی طرف ہی رجوع کرکے اصل صورت حال سے آگاہ ہوجائے۔ نہایت ہی خیرخواہی کے جذبے اور اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے یہ چند سطور تحریر کررہا ہوں۔ امید ہے آپ اولین فرصت میں علمی وتحقیق جواب سے نوازیں گے۔

ا۔ حضور ﷺ اور علم متشابہات:

ا۔ آپ نے متشابہات کے بارے میں علم نبی ﷺ کے انکار پر مفتی یار خان نعیمی پر برستے ہوئے لکھا۔ "مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے۔ جس میں یہ تصریح موجود ہے۔ ولم یظھر احدا من خلقه علیه (ص ۱۵)

(کہ اللہ اتعالی نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا) (ازالۃ الریب، ۴۷۸، طبع ششم ۱۹۹۰ء مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

حلانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی تصریح آپ کو بھی لینی چاہیے تھی۔

"لان النبی اسبق الناس فی العلم وانه یعلم المتشابه والجمل فمحال ان یخفی علیه معانی النصرص" (التوضیح ۲، ۴۹۲، فصل فی الوحی)

(نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے علم میں آگے ہیں۔ اور آپ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں لہذا ان پر نصوص کے معانی کا مخفی ہونا محال ہے)

صاحب توضیح تو حضور علیہ السلام کے لئے نہایت ہی اعلانیہ طور متشابہ کا علم مان رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ مقام آپ کی نگاہوں سے اوجھل رہ گیا ہو؟

۲۔ آپ نے امام سیوطی کے حوالے سے متشابہ کے بارے میں نقل کیا:

ومتشابه لایعلمه الاالله تعالی ومن ادعی علمه سوی الله تعالیٰ فهو کاذب (ازالۃ الریب، ۴۷۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالی کے بغیر متشابہ کو اور کوئی نہیں جانتا اور بغیر اللہ تعالی کے کوئی اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ سراسر جھوٹا ہے۔

حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جلد اص ۵۴ طبع ،دار الفکر روایت ۶۲ (جس سے یہ سیوطی نے نقل کیا) آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی سے ہی روایت ہے۔جس کے بارے میں آپ نے ازالتہ کے ص ۳۱۴ سے لے کر ص ۳۱۶ تک ثابت کیا کہ یہ کافر ہے۔یہ جھوٹا ہے اور شاید آپ کی نظر نہیں پڑی ۔خود سیوطی نے پہلے اشارہ کیا تھا ثم رواہ مرفوعا بسند ضعیف۔

جب حقیقت حال یہ ہے تو آپ نے یہ حوالہ کیسے دے دیا؟ اگر کلبی کی روایت دوسرے پیش کریں تو وہ جاہل اور ناواقف از اصول قرار پا جاتے ہیں۔تو اب آپ کیا کہلائیں گے؟

۳۔اسی طرح آپ نے سیوطی سے نقل کیا کہ:

وکل متشابه فی القرآن عنداهل الحق فلا مساغ للاجتهادفی تفسیره (ازالتہ،۴۷۷)

ترجمہ: قرآن کریم میں جملہ متشابہات میں بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

آپ اس سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ متشابہات کے بارے میں نہیں جانتے۔حالانکہ اس سے متصل اگلے الفاظ آپ کی تردید کر رہے ہے ملاحظہ فرمائیے۔ولا طریق الی ذلک الا بالتوقیف بنص من القرآن اوالحادیث او اجماع الامت علی تاویله

(الاتقان ۲:۴۵۳)

ترجمہ: اور متشابہ سے آگاہی کی صورت قرآن کی نص یا حدیث یا اجماع امت ہے۔

وہ تو واضح کر رہے ہیں کہ حدیث کے ذریعے سے اس کا علم ہو سکتا ہے۔اور یہ تبھی ہوگا جب حضور ﷺ اس سے آگاہ ہوں گے بلکہ سیوطی نے یہ امام زرکشی سے لیا ہے۔اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

ولا طریق الی ذلک الابلتوقیف من احد ثلاثةاوجه امانص من التنزیل او بیان من النبی ﷺ او اجماع الامته علی تاویله فاذالم یروفیه توقیف من هذاالجهات علمنا انه مم استاثر الله تعالی بعلمه۔(البرہان فی علوم القرآن ،۲:۱۸۳)

ترجمہ: ان متشابہات کا علم ان تین میں سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔قرآنی نص یا حضور ﷺ کی طرف سے بیان یا اجماع امت سے اس کی تاویل ہو۔اگر ان میں سے کوئی رہنمائی نہ ملے۔تو ہم جان لیں گے کی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

۴۔آپ نے اپنی تائید میں اس مسئلہ پر امام سیوطی سے علوم قرآن کی تقسیم نقل کرتے ہوئے صرف اول قسم نقل کی۔جس میں بتایا گیا کہ " کنہ ذات باری اور وہ غیوب جو اس کا خاصہ ہیں" کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔(ازلتہ ص ۴۷۷)

حالانکہ حضور ﷺ کے لئے تمہارے مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں۔بلکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔البتہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں۔اگر آپ پر دوسری قسم اوجھل نہ رہتی تو ان کا موقف درست ثابت ہو جاتا ہے۔چلو وہ ہم سامنے لے آتے ہیں۔یہاں یہ واضح رہے کہ سیوطی نے یہ تمام گفتگو امام محمد بن سلیمان المعروف ابن نقیب کی نقل کی ہے۔

الثانی ما اطلع الله علیه نبیه من اسرار الکتاب و اختصه به و هذالا یجوز الکلام فیه الا له ﷺ او لمن اذن له و اوائل السور من هذاالقسم و من القسم الاول۔(الاتقان ،۲:۴۵۴)

ترجمہ: دوسری قسم علوم قرآن کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اسرار قرآن پر حضور ﷺ کو مطلع کرے۔اور آپ ہی کے ساتھ انہیں مخصوص فرما دے۔اب ان میں گفتگو آپ ﷺ کے لیے جائز ہوگی یا جس کو اجازت ہو اور حروف مقطعات اس قسم ثانی میں شامل ہیں۔البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ اول قسم میں ہے۔اس میں امام ابن نقیب نے واضح طور پر حروف مقطعات کے بارے میں واضح کر دیا ہے کہ ان کا حضور ﷺ کو علم دیا گیا ہے۔

۲۔حضور ﷺ اور علم امور دنیا:

آپ ﷺ سے علم امور دنیوی او رانکار کرتے ہوئے مخالفین کی طرف سے پیش کردہ آیات قرآنیہ ونزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شى ،تفصیل کل شی۔مافرطنا فی الکتاب پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں مراد امور دینیہ ہیں۔دنیاوی امور ان سے خارج ہیں۔مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر چہ ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔لیکن پارہ نمبر ۱۵ کی آیت "وکل شئی فصله تفصیله" کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازی یہ تصریح ہے

کہ قرآن میں دین کے تمام امور کا بیان ہے۔تمام مفسرین کے تقریباً یہ الفاظ ہیں:"کل شی مما تفتقرون الیه فی دینکم و دنیا کم"
ترجمہ: جس شے کی بھی تمہیں احتیاجی ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی اس کا بیان اس میں ہے۔(غرائب القرآن ۳۳۴، فاتح الغیب، پ۱۵، ۳۰۷، الکشاف ۲، ۴۴۰، انوار التنزیل ۵، ۳۶۰، روح المعانی، پ۱۵، ۳۱، المظہری پ۱۵، ۳۳) وغیرہا۔

جب تمام مفسرین نے اس مقام پر واضح کر دیا ہے کہ قرآن میں دینی اور دنیاوی تمام امور کا بیان ہے اور نزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شي نے تعین کر دیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور مقام ہے۔تو پھر ہمیں کھلے ذہن کے ساتھ یہ تسلیم کیوں نہیں کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ کے لیے قرآن میں تمام امور کا بیان ہے۔خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی۔ممکن ہے اس آیت کی طرف آپ کی توجہ نہ گئی ہو؟

۳۔علم نبوی اور منافقین۔

حضور ﷺ نے چھتیس منافقین کو جمعہ کے اجتماع میں مسجد سے ذلیل کر کے نکال دیا۔اس روایت پر آپ نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں۔وہ بھی محل نظر ہیں۔

ا۔مثلاً سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی بارے میں لکھتے ہیں:
"اول وجہ تو یہ ہے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔عمدۃ القاری، خصائص الکبریٰ اور البدایۃ والنھایۃ، میں صحابی کا نام عبداللہ بن مسعود آیا ہے لیکن حافظ ابن کثیر تفسیر میں نام یہ بتاتے ہیں۔ابو مسعود عقبہ بن عمرو (دیکھیے تفسیر ج ۴ص ۱۸۰) اور روح المعانی میں ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔(حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود مہاجر ہیں انصاری نہیں) (ازالہ: ۳۷۱) صحابی کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے روایت میں اضطراب ماننا اور اسے روایت کے رد وضعف کا سبب قرار دینا، کیا علم و دیانت کا خون نہیں؟ حالانکہ آج تک محدثین نے وجہ اضطراب اس اختلاف روایت کو قرار دیا جو اس کے ردوقدح کا سبب بن رہا ہو اور جس اختلاف میں ایسی بات نہ ہو اسے اضطراب کسی نے قرار نہیں دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲) اضطراب کے بارے میں لکھتے ہیں: ھو الاختلاف الذی یوثر قدحا و اختلاف الرواۃ فی اسم رجل لایوثر ذالك لانه ان كا ن ذلك الرجل ثقة فلا ضیر (النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۳۲۹)

ترجمہ: ایسا اختلاف جو حدیث کے ردوقدح میں موثر ہو، راویوں کا کسی آدمی کے نام میں محض اختلاف کرنا موثر نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر وہ آدمی ثقہ ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

یعنی اگر آدمی ثقہ ہے لیکن راویوں کا اس میں اختلاف ہو گیا، تو کوئی حرج نہیں۔یہ تو عام لوگوں کے حوالے سے ہے۔اور جب مرکز روایت صحابی ہو تو پھر اختلاف کیسے موثر ہو گا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نے آگے خود لکھا۔
"قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود الھذلی رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ (در منثور، ۳، ۲۷۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ میں کتابت وغیرہ غلطی واقع ہوگئی ہے۔ واللہ تعالی اعلم
(ازالۃ الریب، ۳۱۷)

اب خود ہی بتائیے اس کے بعد بھی کسی اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ ہم یہاں محشی تاریخ کبیر علامہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ یمانی کا اہم نوٹ نقل کیے دیتے ہیں۔جو مسئلہ حل کر دیتا ہے روایت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:
و علی کل حال فو کیع و ابو نعیم اثبت من غیر هما و قد قالا عن ابی مسعود فان کا ن غیرهما قال عن ابن مسعود فقولهما اصح (التاریخ الکبیر، ۷، ص ۲۳)

ترجمہ: بہر صورت اس راوی وکیع اور ابو نعیم دیگر سے قوی ہیں اور انھوں نے اس حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔اگر چہ کوئی دوسرا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیتا ہے تو ان دونوں کا قول ہی اصح ہے۔

۲۔آپ نے اس روایت پر دوسرا اعتراض اٹھاتے ہوئے لکھا:
"دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی کی اس سند میں ابو احمد الزبیری عن سفیان (الخ) واقع ہیں۔اور یہ اگر چہ اکثر حضرات محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ کثیر الخطاء فی حدیث سفیان (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں۔تو اس میں کثرت سے خطا کر جاتے ہیں)۔اور یہ روایت بھی انکی سفیان ہی سے ہے۔
(ازالۃ الریب، ۳۱۷، ۳۱۸)

ہم نے جب اس کی صحیح صورت حال کیلئے امام بیہقی کی طرف رجوع کیا۔تو یہ سامنے آیا کہ انھوں نے یہ روایت دو مقامات پر تین اسناد سے ذکر کی ہے۔ دو اسناد میں ابو احمد زبیری موجود ہی نہیں۔ہم ان مقامات اور اسناد کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ملاحظہ فرمالیجیے۔

مقام اول: امام نے "باب ماجاء فی اخباره ﷺ اسماء المنافقین وصدقه فی ذلك (حضور ﷺ) کا منافقین کے ناموں سے آگاہ کرنا اور اس بارے میں آپ کا سچا ہونا) قائم کیا۔اس کے تحت اسے دو اسناد سے نقل کیا وہ دونوں اسناد ہیں۔

۱۔اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ حدثنا محمد بن عبد الله الصفار حدثنا احمد بن محمد البر نی حدثنا ابو نعیم حدنا ث سفیان عن سلمه بن کهیل عن رجل عن ابیه قال اراه عیاض عن ابی مسعود رضی الله عنه۔

۲۔اخبرنا ابو عبدالله الحافظ محمد بن عبدالله حدثنا احمد حدثنا ابو حذیفه حدثنا سفیان عن سلمه عن عیاض بن عیا ض عن ابیه عن ابی مسعود رضی الله عنه (دلائل النبوۃ،۶،۲۸۶)

آپ نے ملاحظہ کیا بیہقی کی دونو روایات میں وہ راوی موجود ہی نہیں جس پر اعتراض ہے۔

مقام ثانی: غزوہ تبوک کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے باب قائم کیا۔باب تلقی الناس رسول الله حین قدم من غزوۃ تبوك اس کے تحت روایت نقل کی تو اس میں یہ راوی ہیں۔(دلائل النبوۃ،۵،۲۸۳)

لیکن اس کا پہلی روایت پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔کیا آپ پر لازم نہ تھا کہ اعتراض کرنے سے پہلے اچھی طرح اس روایت کی تحقیق کرتے؟ شاید ہے آپ نے حافظ ابن کثیر کی الھدایۃ جز ۵ص ۲۴ سے بیہقی کی روایت دیکھ کر اعتراض جڑ دیا اور بیہقی کی دلائل النبوۃ نہ دیکھی۔حالانکہ اصل دیکھ لیتے تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے۔

۳۔ آپ نے اس روایت کے راویوں کے بارے میں لکھا ابو احمد زبیری کے بارے میں لکھا ابو احمد زبیری کے بارے میں عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے۔مگر شیعہ ہے۔اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر لـه اوھام ان سے اوہام صادر ہوتے رہتے تھے (تہذیب التہذیب ج ۹ص ۲۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کھیل ہیں یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی ،یعقوب بن شیبہ اور امام ابوداؤد کہتے کہ ان میں تشیع تھا۔(تہذیب ج ۴ص ۲۵۵)

بندہ آپ کی یہ عبارت اور اعتراض پڑھ کر میں دنگ رہ گیا۔کیونکہ ایسا اعتراض کوئی شیخ الحدیث عمداً نہیں کرسکتا۔کیونکہ محدثین نے بار بار ہر جگہ تصریح کی ہے کہ اس دور میں شیعہ ہونا سبب طعن نہ تھا۔ہاں رافضی ہونا سبب طعن تھا۔یہی وجہ ہے امام بخاری جیسے لوگوں نے متعدد ایسے راویوں سے روایت لی جو شیعہ تھے مگر رافضی نہ تھے۔ہم یہاں امام ذہبی (المتوفی ۷۴۸) کا ایک اقتباس نقل کئے دیتے ہیں۔انہوں نے ابان بن تغلب کے بارے میں لکھا اس سے امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت لی۔یہ شیعہ تھے۔ان پر حد لگی لیکن صادق تھے۔ان کا صدق ہمارے لیے،جبکہ ان کی بدعت ان پر ہے۔

امام احمد بن حنبل ابن معین ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا۔ابن عدی نے کہا یہ غالی شیعہ تھے۔اس پر اعتراض ہوا۔

فلقائل ان يقول :كيف ساغ تو ثيق مبتدع و حدثقة العدا لة والاتقان؟ فكيف يكون عدلا من هو صاحب بدعته ؟وجوابه ان البدعته على ضربين .فبدعته صغرى كغلو التشيع او كالتشيع بلاغلوولاتحريف ،فهذاكثير فى التابعين و تابعيهم مع الدين والورع والصدق فلورد حديث هو لاء لذهب جملةمن الاثار النبوية وهذه مفسدة بينةثم بدعت كبرى ، كالرفضالكامل والغلوفيه والحط على ابى بكر عمر رى الله عنهما، والداعاالى ذلك ،فهذا التوع لا يحتج بهم ولا كرامته ه ايضا فما استحضر الان فى هذا الضرب رجلا صادقا وما موضا، بل الكذب شعار هم والتقيةوالنفاق دثارهم ،فكيف يقبل نقل من هذاحاله !حاشاه كلافا لشيعى الغالى فى زمان السلف وعرفهم هومن تكلم فى عثمان والزبير وطلحة ومعاوية و طائفة ممن حارب علیار ضی الله عنه وتعرض لسبهم والغا لى فى زماننا وعرفنا هو

عنه وتعرض لسبهم والغالی فی زماننا وعرفنا هو الذی یکفر هولاء السادة ویتبر امن الشیخین ایضا، فهذ ضال معشر (ولم یکن ابان بن تغلب یعرض للشیخن اصلا شعار،بل قد یعتقد علیاافضل منهما)(میزان الاعتدال جلداص۲،۵ مطبوعه الملکتبة الاثربه طبع اولیٰ)

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کسی بدعتی کی توثیق اور اسے ثقہ وعادل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت دوطرح کی ہے۔ بدعت صغریٰ غالی شیعہ ہونا یا بلاغلو وتحرف کے شیعہ ہونا۔ یہ چیز دین، ورع یتقویٰ اور صدق کے باوجود تابعین اور تبع تابعین میں کثرت کے ساتھ تھی۔ اگران کی حدیث رد کردی جائے تو احادیث نبویہ کا ایک ذخیرہ مسترد ہوجائے گا اور یہ بہت بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ دوسری قسم بدعت کبریٰ مثلاً کامل رافضی اور رفض میں غالی ہونا سیدنا ابوبکر وعمر کے مرتبہ کو کم کرنا اور اس کی دعوت دینا یہ ایسی قسم ہے جس سے استدلال اور احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس عزت دی جاسکتی ہے اور آج کے دور میں بھی اس قسم کے لوگوں میں کوئی سچا اور امین نہیں بلکہ جھوٹ ان کا تقیہ اور نفاق ان کا اوڑھنا ہے۔ حاشا وکلا ایسے لوگوں کی روایت کیسے لی جاسکتی ہے؟ سلف کے زمانہ اور عرف میں غالی شیعہ وہ تھا جو حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت معاویہ اور جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی۔ ان کے بارے میں طعن کرتا اور ان کو برا بھلا کہتا لیکن ہمارے زمانہ عرف کے غالی ان کبار صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور شیخین سے دور بھاگتے ہیں۔ تو ایسے لوگ واقعتہً ضال اور مفتری ہیں لیکن ابان بن تغلب شیخین کے بارے میں غلط رائے نہیں رکھتا تھا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل جانتا تھا۔

امام حاکم کے بارے میں وارد کردہ اس اعتراض کا جواب امام ذہبی نے یوں دیا۔ قلت کلالیس هو رافضیابل تشیع (سید اعلام النبلا،۱۷،۱۷۴)

ترجمہ: میں کہتا ہوں یہ اعتراض ہرگز درست نہیں وہ رافضی نہیں بلکہ ان میں تشیع ہے۔

میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

قلت الله تحب الا نصاف ما الرجل رافضی بل هو تشیعی فقط(میزان ،۳،۲۰۸)

ترجمہ: میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے یہ آدمی رافضی نہیں بلکہ فقط شیعہ ہیں:

یاد رہے ابو احمد زبیری سے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت لی ہے۔

۴۔اس دوسرے اعتراض کی تائید میں آپ نے لکھا شیعہ کا نظریہ علم غیب میں نیز حضرات صحابہ کرام کے اوپر طعن کرنے اور نفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور ابن مردویہ کی روایت جو بطریق ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ:

کنا نعرف المنافقین علی عهد رسول اللهﷺالا ببغضهم علی ابن ابی طالب۔ (درمنثور،۶،۲۶)

ترجمہ: ہم آنحضرت ﷺ کے عہد میں صرف اس علامت سے منافقوں کو پہچانتے تھے۔کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقین کا بغض صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ تھا۔ ان کے ساتھ بغض رکھنے کو کیوں علامات نفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ (ازالۃ الریب،۳۱۸)

اعتراض یہ ہے کہ منافقین والی روایت گھڑی گئی ہے۔ اور اس پر دلیل یہ کہ اس میں بغض علی کو نفاق کی علامت مانا گیا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ بات کسی شیعہ نے نہیں گھڑی بلکہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ بغض علی، علامت نفاق ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ مثلاً امام مسلم نے کتاب الایمان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

ان لا تجنی الا مومن ولا تبغضی الا منافق(مسلم ،حدیث ۱۳۱)

ترجمہ: کہ مجھ (علی) سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔

شیخ ناصر الدین البانی کی سلسلہ احادیث صحیحہ جلد۴ ص۲۹۸ بھی دیکھ لیں تاکہ

تسلی ہو جائے۔ صحابہ نے اس بات کو پھیلایا اور اپنایا اور آج بھی امت کا یہی عقیدہ ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دیگر صحابہ کی عداوت نفاق کیوں نہیں ؟ کیا یہ اعتراض رسول اللہ ﷺ پر نہیں کیا جارہا؟ حالانکہ آپ ﷺ نے تا قیامت اس کے ذریعے اہل بیت کے دشمنوں کو اشکار فرمایا۔ تو جو بات آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو۔ اس پر مسلمان اعتراض کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

۵۔ آپ نے تیسری وجہ اس روایت کو قبول نہ کرنے کی یہ لکھی۔ کہ اس روایت کی سند میں عیاض بن عیاض ابیہ عن ابن مسعود الخ ہے دیکھیے البدایہ والنھایہ جلد۵ص۱۷وابن کثیر جلد۴ص۱۸۰وغیرہ اور کتب اسماء الرجال میں عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ باپ اور بیٹے دونوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون تھے اور کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف تھے؟ جو شخص اس کی صحت کا مدعی ہے۔ وہ سابق اعتراض کے علاوہ ان دونوں کی توثیق بھی کتب الرجال سے پیش کرے۔ تعجیل المنفعۃ ص۳۲۶ طبع حیدر آباد دکن میں عیاض بن عیاض کا تذکرہ ہے۔ مگر اس میں اس کا بھی ذکر ہے ولم یذکر سماعاً عن ابیہ ولا ابوہ عن ابی مسعود اور ذمہ داری سے ان کی توثیق اور سماعت کے بغیر اس کی صحت کا ادعا محض باطل ہوگا۔ (ازالۃ ۳۱۸) آپ کا موقف تو یہ ہے کہ عیاض بن عیاض کا تذکرہ کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتا حالانکہ تقریبا تمام کتب رجال میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ چند مشہور و معروف کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ التاریخ الکبیر للبخاری جلد۷ص۲۳

۲۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد۳ص۴۰۹

۳۔ کتاب الثقات لابن حبان جلد۵ص۳۶۷

۴۔ تعجیل المنفعۃ لابن حجر عسقلانی ص۳۲۶

پھر آپ نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ ثقہ تھے یا ضعیف؟ اس وقت اس نے نہایت ہی پریشان کن صورت حال پیدا کر دی جب ہم نے ساتھ ہی آپ کے بیان کردہ تعجیل المنفعۃ کا حوالہ اصل ماخذ سے دیکھا۔ اس مقام پر واضح طور پر امام ابن حجر عسقلانی نے انہی کے بارے میں لکھا۔ ثوفقہ ابن حبان (انہیں ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔) اگر یہ آپ نے دیکھا اور عمداً ترک کر دیا تو اسے کیا کہا جائے گا؟ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔

۶۔ بصورت صحت ان روایات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس منافق تھے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا۔ کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا۔ مسجد میں خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا۔ (ازالہ،۳۱۹)

نہ معلوم آپ ایسی باتیں کیوں لکھ رہے ہیں۔ آپ کے مخالفین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ چھتیس ہی تھے۔ وہ اس روایت سے اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو افراد منافقین کا علم تھا۔ اور وہ ثابت بھی ہو رہا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دیگر کو آپ ﷺ جانتے تھے یا نہیں ؟ اگر آپ اس روایت کو مکمل سامنے لے آتے۔ تو آپ کا اعتراض از خود ختم ہو جاتا آیئے ہم آپ کے سامنے پوری روایت لاتے ہیں۔ شیخ ابن مردویہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ہمیں ایسا خطبہ دیا پہلے میں نے اس کی مثل نہ سنا آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایھا الناس ان فیکم منافقین ممن سمیت فلیقم قم یا فلاں قم یا فلاں حتی قام ستۃ وثلاثون رجلا ثم قال ان منکم وان فیکم وان منکم فسلو اللہ العاقیۃ (الدر المنثور ،۵،۲۷۵)

ترجمہ: اے لوگوں! بلاشبہ تم میں سے کچھ منافق ہیں۔ میں جس کا نام لوں وہ اٹھے فرمایا فلاں اٹھ فلاں اٹھ حتی کہ چھتیس آدمی اٹھا دیئے پھر فرمایا بلاشبہ تم میں سے اور بلاشبہ تم میں سے اور بلاشبہ تم میں سے اور بلاشبہ تم میں سے اور لہذا اللہ تعالی سے عافیت مانگو۔

بعد میں آپ ﷺ نے جو تین مرتبہ فرمایا بلاشبہ تم میں سے اور فرمایا اللہ سے عافیت مانگو کا کیا معنی ہے؟ امام بیہقی کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہیں۔ اس کے الفاظ تو ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں۔ جب چھتیس منافع ذلیل کر کے نکال دیئے تو فرمایا:

ان فیکم او منکم منافقین فسلوا اللہ العافیۃ

(دلائل النبوۃ ،۶،۲۸۶)

ترجمہ: بلاشبہ تم میں یا فرمایا تم میں سے کچھ لوگ منافق ہیں تو اللہ تعالی سے عافیت مانگو۔ در منشور کی روایت میں صرف یہ تھا کہ تم میں لیکن یہاں واضح ہے کہ تم میں منافق ہیں۔ یعنی کچھ کو ہم نے نکال دیا ہے اور کچھ ابھی تم میں باقی ہیں۔ ان پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ لہذا اللہ تعالی سے عافیت مانگو اور اپنے ظاہر و باطن کو درست کرلو۔

☆☆☆☆

خبر نامہ

''علامہ شاہد اقبال صاحب''

رمضان المبارک کی عظیم برکتوں والی ساعتوں میں بعد نماز فجر مختلف مساجد میں بارہ روزہ دروس قرآن

جناب محمد عرفان صاحب مرحوم رکن شیران اسلام کے ایصال ثواب کیلئے حضرت علامہ مفکر اسلام مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر صدارت اور شیران اسلام اور بزم لاثانی مندرانوالا تحصیل ڈسکہ کے زیر اہتمام دیئے گئے جس میں حضرت مولانا صاحبزادہ ضیاء الحق صاحب، حضرت مولانا قاری ثناء اللہ قادری صاحب، حضرت مولانا محمد نواز نقشبندی صاحب، حضرت مولانا امجد سروانی صاحب، حضرت مولانا محمد الطاف صاحب، حضرت علامہ مولانا حافظ غلام مصطفےٰ سلطانی صاحب نے اپنے اپنے انداز بیان سے درس قرآن پر روشنی ڈالی۔

الحمدللہ! ہر درس میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور قرآن پاک کے فیض سے اپنے سینوں کو منور کیا۔

رمضان المبارک میں نماز فجر کے بعد مختلف مساجد میں تیس روزہ دروس قرآن

شیران اسلام اور جمعیت علماء پاکستان تحصیل ڈسکہ کے زیر اہتمام مختلف موضوعات پر جن میں خصوصی درس ۲ رمضان المبارک کو سیدہ خاتون جنت کانفرنس میں حضرتت علامہ مولانا صدیق قادری صاحب نے دیا باقی تمام درس خطیب اہلسنت حضرت علامہ مولانا قاری محمد ثناء اللہ قادری صاحب نائب صدر شیران اسلام ڈسکہ نے مختلف موضوعات پر دیئے۔الحمدللہ! تمام دروس بہت کامیاب رہے اور لوگوں نے ہر درس کو بہت سراہا۔

شیران اسلام سانگلہ ہل کے زیر اہتمام ۲۲ شعبان کو عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا جس میں شیران اسلام کے ناظم اعلیٰ

حضرت علامہ مولانا نور المصطفےٰ رضوی صاحب

نے خطاب فرمایا، جس میں انہوں نے شیران اسلام کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور شیران اسلام کے نوجوانوں کو پروگرام کی کامیابی پر مبارکباد دی۔

یارب العالمین ﷺ

یا رحمۃ للعالمین ﷺ

بیاد عزیز

قطب ربانی غوث صمدانی حضور قبلہ عالم پیر سید علی حسین شاہ پوری علیہ

جامعہ انوار لاثانی

نقش لاثانی نگر ○ شکر گڑھ ○ ضلع نارووال

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر **محمد حسین** آسی نقشبندی قادری حسینی

پروگرام

- ☆ درس نظامی و حفظ و قرأت کی کلاس جاری ہے۔
- ☆ طلباء کیلئے معیاری طعام و رہائش، کتب، تعلیم علاج و معالجہ کی مکمل سہولت۔
- ☆ خوشگوار پاکیزہ اور علم روحانی ماحول
- ☆ اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ

اپیل تمام اہل سنت و جماعت سے گزارش ہے کہ جامعہ کو کامیاب بنانے کیلئے مالی تعاون کریں

منجانب: **شیران اسلام پاکستان (شکر گڑھ)**

Monthly Mujillah Al-Haqiqa
December 2003
Reg. NO. C.P.L 590